سیرۃ فریدیہ

یعنی

حالات زندگی

نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ

وزیر

ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی

مؤلفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

موروثی خطاب شاہی

جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام آقا علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت فریدیہ

یعنی

حالاتِ زندگی نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر

مصلح جنگ وزیر اکبر شاہ ثانی

خواجہ فرید الدین احمد خان جنکو اکبر شاہ ثانی کے عہد مین عہدۂ وزارت اور مذکورۂ بالا خطاب ملا تھا حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد مین ہین جنکا مزار مرو مین ہے اور شاہ ہمدان کے لقب سے مشہور ہین ـ

ہمدان عراق عجم مملکت ایران کا ایک شہر طہران سے ایک سو ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہہ شہر نہایت آباد اور تجارتگاہ تھا۔ تیمور نے اوسکو تباہ کر دیا معجم البلدان مین اسکا عرض بلد ۳۶ درجہ اور طول بلد مغرب سے ۷۳ درجہ لکہا ہے۔ انگریزی مہندسون نے اوسکا عرض بلد ۳۴ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول شرقی گرینج سے ۴۸ درجہ ۳۲ دقیقہ قرار دیا ہے۔

خواجہ **یوسف** ابن ایوب ابن یوسف الہمدانی اولیاے کبار مین تہے اونکا لقب **ابو یعقوب** ہے وہ سنہ ۴۴۰ ہجری مطابق سنہ ۱۰۴۸ء مین پیدا ہوے اور سنہ ۵۳۵ھ مطابق سنہ ۱۱۴۰ء مین بمقام **بامین** جو مرو کے راستے پر ہے انتقال کیا۔ اول اونکے جنازہ کو وہین دفن کر دیا اور پہر مرو مین لیجا کر اوس مقبرہ مین جو اونکے نام سے مشہور ہے دفن کیا۔ پچانوے برس کی عمر ہوی۔ بغداد مین انہون نے تعلیم پائی اور ابو اسحاق فقیہ سے علم فقہ پڑہا۔ اونکا مذہب حنفی تہا اور شیخ **عبد اللہ** جوینی کے مرید تہے اور اون ہی سے خرقۂ خلافت پایا تہا عراق عجم اور خوارزم اور خراسان اور ماوراء النہر مین اونکی کمال شہرت تہی۔ مرو مین سکونت اختیار کر لی تہی۔ خواجہ عبد اللہ برقی۔ خواجہ حسین انداقی۔ خواجہ احمد یسوی۔ خواجہ عبد الخالق غجدوانی اونکے خلفاے کبار مین سے ہین۔ (تاریخ یافعی۔ نفحات الانس جامی۔ سفینۃ الاولیاء۔ انوار العارفین۔ طبقات الکبریٰ عبد الوہاب شعرانی)۔

اونکے انتقال کے بعد اونکی اولاد مرو سے کشمیر مین جا بسی تہی۔ کشمیر مین اور

[illegible] بہی مسلمان آکر آباد ہوے۔ مگر وہ کشمیری الاصل نہین ہین۔ بلکہ نزیل کشمیر ہین۔ کشمیری الاصل وہی ہین جو وہان کے اصل باشندے تہے اور مسلمان ہو گیے ہین۔

کشمیر کے اصل باشندے اپنے گوت کا ایک لقب رکہتے ہین اور اوسکو آل کہتے ہین۔ اس زمانہ مین بہی تمام کشمیری ہندو جو کشمیری پنڈت کہلاتے ہین اپنے نام کے ساتہہ اپنا آل لگاتے ہین۔ اون مین سے جو مسلمان ہو گیے ہین وہ بہی نسل در نسل اپنی آل کو یاد رکہتے ہین اور گویا وہ نشانی اونکے کشمیری الاصل ہونیکی ہے۔ جو نزیل مسلمان مدت دراز سے کشمیر مین رہنے لگے ہین اور وہان اونکی پشتین گذر گئین وہ بہی کشمیری کہلاتی ہین۔ مگر اونکے ساتہہ کوئی آل جو کشمیری الاصل ہونیکی علامت ہے نہین ہوتا۔ خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد اور خواجہ عبد اللہ احرار کی اولاد جو کشمیر مین آباد ہوگئی دراصل انہین کا لقب خواجہ کا تہا۔ مگر ہندوستان مین بہت سی مسلمان کشمیریون نے بہی جو کشمیری الاصل ہین یہ لقب اختیار کر لیا ہے۔

خواجہ **فریدالدین احمد** سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق ۱۷۴۷ء کے دلی مین پیدا ہوے اونکے والد کا نام خواجہ اشرف تہا۔ اونکے دادا خواجہ عبد العزیز کشمیر سے بطریق تجارت دلی مین آیے تہے۔ اور کشمیری مال کی تجارت کرتے تہے اور رشیم کی تجارت کا بہت بڑا کارخانہ تہا۔ اخیر کو انہون نے دلی ہی مین توطن اختیار کر لیا تہا۔

خواجہ **اشرف** کے آٹہہ بیٹے تہے۔ خواجہ فریدالدین۔ خواجہ علاؤالدین۔ خواجہ شہاب الدین۔ خواجہ نورالدین۔ خواجہ محی الدین۔ خواجہ نجیب الدین۔ خواجہ حسام الدین

خواجہ کمال الدین ۔ انمین سے جو سب سے بڑے نامی ہوے اور جنکو ہزارون آدمیون نے سجدہ کیا اور معبود اسد کہا وہ خواجہ نجیب الدین تھے وہ ابتدای عمر سے رسول شاہی فقیر ہوگیے تھے جو سہروردی خاندان مین ایک نیا فرقہ رسول شاہ جی کے پیرون کا پیدا ہوگیا تہا اور مولوی محمد حنیف جو رسول شاہ جی کے جانشین تھے خواجہ نجیب الدین انکے چیلے ہوگیے تھے ۔ اور اونکے پیر نے فدا حسین اونکا نام رکھہ دیا تہا ۔ شاہ فدا حسین نے تمام علمی کتابین اپنے پیر سے پڑہین اور جب تحصیل پوری ہوگئی تو اپنے مرشد کے حکم سے کل کتابین کنوئین مین ڈال دین ۔ اونکا مشرب اور عمل وحدت وجود پر تہا اور وضع یہی کہ ڈاڑہی مونچہہ کا صفایا ۔ ایک لنگوٹی باندہے ۔ اور سارے بدن پر کوپلے کی راکہہ ملے ہوے جو بہبوت کہلاتی تھی بیٹھے رہتے تھے ۔ اگر حجرہ سے باہر نکلتے تو ایک تہمت گھٹنون تک لپیٹ لیتے تھے اور سر پر ایک مثلث رومال باندہ لیتے تھے ۔ انھون نے اٹھارہوین محرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۳ء مین انتقال کیا اونکا مزار الور مین رسول شاہیون کے تکیہ مین ہے جو جمیلی باغ کہلاتا ہے ۔

شاہ فدا حسین بہت مستعد عالم تھے اور کبہی کبہی کسی کو فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ اور دیگر تصنیفات حضرت محی الدین ابن عربی اور دیگر اہل وحدت وجود کی نہایت عمدگی اور خوبی سے پڑہاتے تھے ۔

خواجہ علاء الدین صاحب نے بہی مثل بزرگانِ دین کے درویشی اختیار کی تہی اور طریقہ علیا نقشبندیہ مین شاہ محمد آفاق صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے

اور حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ ادا کی تھی - اگرچہ انہون نے تاہل کیا تھا مگر
تمام عمر گوشہ نشینی اور ذکر و اذکار و زہد و مجاہدہ مین گذرائی اور ۲۰ جمادی الاول روز
یکشنبہ ۱۲۷۲ ہجری مطابق ۱۸۵۵ء کے انہون نے انتقال کیا - اونکے تین بیٹے
تھے خواجہ ضیاء الدین صاحب جو ایک مشہور واعظ تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب
ان دونون صاحبون نے انتقال کیا مگر اونکے سب سے بڑے بیٹے حکیم خواجہ
بہاء الدین صاحب جاورہ مین موجود اور اس وقت تک زندہ ہین -

خواجہ حسام الدین نے اپنی جوانی مین دریاے چنبل مین ڈوب کر اور خواجہ کمال الدین
نے عالم شباب مین مرض موت مین مبتلا ہو کر انتقال کیا تھا -

خواجہ شہاب الدین عربی نسخ خط لکہنے کے اوستاد تھے اور انگریزی عملداری
مین کسی محکمہ مین ناظر ہو گیے تھے -

خواجہ محی الدین کو سرکار بادشاہی مین تعلق ہو گیا تھا اور خواصان شاہی کے
سرجوکی ہو گیے تھے -

خواجہ نور الدین کو چند روز تک دربار سیندہیہ مین فوج سوارون مین کوئی عہدہ
افسری کا مل گیا تھا -

مگر خواجہ فرید الدین احمد بہت زیادہ اقبال مند ہونے والے تھے - اون کو ابتدا
عمر سے تحصیل علم کا بہت شوق تہا اور علوم ریاضی سے اونکو طبعی مناسبت تھی وہ
علم کی تحصیل کیطرف متوجہ تھے - دلی مین انہون نے درسی کتابون کو تمام کیا دلی

مین کوئی شخص علوم ریاضیہ مین زیادہ مشہور نہ تہا۔ مگر علامہ تفضل حسین خان لکہنوی تمام علوم مین اور خصوصاً علوم ریاضیہ مین نہایت مشہور تہے اور لوگون نے علامہ کا لقب اونکو دیا تہا۔ خواجہ فریدالدین احمد علوم ریاضیہ کی تحصیل و تکمیل کے لیے لکہنو گیے اور انتہا درجہ تحصیل کی جو کتابین علوم ریاضیہ کی ہین اون سے پڑہین اور دو تین سال وہان رہکر دلی واپس آیے۔

یہہ زمانہ نواب آصف الدولہ کا تہا۔ کیونکہ نواب آصف الدولہ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۸ ہجری مطابق سنہ ۱۷۷۴ء کے مسند نشین ہوے تہے اور سنہ ۱۱۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۸۰ء کے اونہون نے لکہنو کو دارالریاست قرار دے لیا تہا۔ نواب آصف الدولہ کا انتقال ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۷۹۷ء کے ہوا۔ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد ۳ شعبان سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق یکم جنوری سنہ ۱۷۹۸ء نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے۔

علامہ تفضل حسین خان پہلے جنرل پامر کے پاس منشی تہے۔ پہر اونکی سفارش سے نواب آصف الدولہ نے اون کو اپنا سفیر کرکے کلکتہ بہیجا تہا اور جب وہ لکہنو مین آیے تو عہدہ نیابت بہی اونکو مل گیا تہا۔ نواب سعادت علی خان کے عہد مین علامہ تفضل حسین خان دوبارہ عہدہ سفارت کے امیدوار ہوکر کلکتہ گیے۔ مگر نواب سعادت علی خان نے سند سفارت اونکے پاس نہ بہیجی۔ اسلیے وہ کلکتہ سے واپس ہوے اور اثناے راہ مین بمقام ہزاری باغ سنہ ۱۲۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۹ء کے

نوجوانی سے انتقال کیا۔

دلی مین ایک اور کشمیری خاندان خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد مین کشمیر سے آگر آباد ہوا تھا خواجہ فریدالدین احمد کی شادی غالبًا سنہ ۱۱۹۳ ہجری مطابق سنہ ۱۷۷۹ء مین خواجہ محمد مراد احراری کی بیٹی سے ہوی۔ پادشاہانِ دلی کے عہد مین چار معزز عہدے تھے۔ ایک[1] ملک العلما۔ کا جس قدر علما پادشاہ کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اور اونکو جو انعام و اکرام یا جاگیر و منصب ملتا تھا وہ سب ملک العلما کے ذریعہ سے ملتا تھا۔ دوسرا[2] ملک الحکما کا۔ جو شخص یہ عہدہ رکھتا تھا اوسی کے ذریعہ سے تمام طبیب دربار شاہی مین پیش ہوتے تھے۔ تیسرا[3] ملک الشعرا کا۔ اس عہدہ دار کے ذریعہ سے تمام شعرا بادشاہ کے دربار مین حاضر ہو سکتے تھے۔ چوتھا[4] ایک عہدہ تھا جسکی وساطت سے درویش اور مشائخ بادشاہ کے پاس جا سکتے تھے اور وظائف اوراد اوسی کے ذریعہ سے اونکو دیے جاتے تھے۔ اور تمام درگاہون کا سالانہ خرچ اور درگاہون کے عرس اور فاتحہ وغیرہ کے اخراجات اوسی کے ذریعہ سے ہوتے تھے۔ اس عہدہ کا نام ملک الاولیا تو نہین قرار پا سکتا تھا اسلیے اوس عہدہ کا نام نقیب الاولیا قرار دیا گیا تھا خواجہ محمد مراد احراری اسی عہدہ پر مامور تھے جو ایک نہایت بزرگ اور عالی رتبہ تھے۔

خواجہ فریدالدین احمد کی ایک ہی بیوی تھین اور اونسے پانچ اولادین پیدا ہوئی تھین دو بیٹے اور تین بیٹیان۔ اور یہہ اولادین تین تین برس کے فاصلہ سے غالبًا سنہ ۱۲۰۷ھ مطابق سنہ ۱۷۹۲ء تک پیدا ہو چکی تھین۔

سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ء کے خواجہ فریدالدین احمد پہر لکہنو گیے۔ یہ زمانہ
بہی نواب آصف الدولہ کا تہا۔ مگر چند روز بعد ہی نواب آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا
اور نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے۔ اس دفعہ کے سفر لکہنو مین جو نہایت
دلچسپ امر پیش آیا وہ خود خواجہ فریدالدین احمد کے ہاتہ کا لکہا ہوا اونکے رسالہ مسمیٰ
فوائد الافکار فی اعمال الفرجار کے دیباچہ مین ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کو ہم
بعینہ نقل کرتے ہین۔

وہ لکہتے ہین کہ ''چنین گوید مؤلف این رسالہ فریدالدین احمد کہ چون فقیر را از ایام
طفولیت شوق بود بعلم ریاضی و در حال تحصیل چیزی ازین علم حاصل نمودہ و اکثر بمطالعہ
کتب ریاضی می پرداخت در بعضے حواشی بنظر آمدہ کہ پرکار متناسبہ از جملہ آلات ریاضی بود
کہ ازان اکثر اعمال نجومی و بعضے اشکال ہندسی و مسائل حسابی باسانی استخراج می شد
حالا علم و عمل آن بسبب نایابی آن آلہ مفقود است و نیز زبانی بعضے اوستادان ہم ہمین شنیدہ بودم
پس ازان اشتیاق آن بدل داشتم و از ہر کس ریاضی دان کہ تذکرہ آن میکردم میگفت کہ
ما ندیدہ ایم و نہ شنیدہ ایم اغلب باشد پرکار ہمین است کہ برای رسم دایرہ و پیمایش خطوط
بکار می آید دیگر قسم پرکار نیست۔ بعد آنکہ در سنہ ۱۲۱۲ ہجری این فقیر در لکہنو وارد شدہ
واز جنرل مارٹین و مستر گوراوزلی کہ حکیم مشرب بود ملاقات شدہ نزد اوشان یک آلہ عجیب
و غریب دیدم از برنج و آہن مرکب و دو پرہ نوکدار بر جسم نہادہ و در کمر آن میخ مثل مقراض
بند کردہ مگر میخ این آلہ از جای خود حرکت میکرد تا آنرا از جا حرکت دادہ دور و نزدیک

اور اپنا کام کرتے رہے۔

اوس زمانہ مین دلّی مین شاہ عالم بادشاہ تھے اور ایران مین فتح علی شاہ اور مشہور ہو رہا تھا کہ زمان شاہ کابلی نے ہندوستان پر حملہ کرنے اور اوسکے فتح کرنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے اور اوسکے فرمان بھی راجگانِ پنجاب کے نام اس مضمون کے آگیے تھے کہ برسات کے بعد دہلی پر جو تختگاہِ سلاطینِ تیموریہ ہے یورش کرونگا اور سرکار انگریزی اس فکر مین تھی کہ کسی طرح زمان شاہ کا ہندوستان پر یورش کرنا روکا جاوے۔

اوس زمانہ مین انگریزون کیطرف سے مسٹر مینسٹی بوشہر مین بطور سفیر کے متعین تھے اور سر ہرفرڈ جیس بارونٹ بغداد مین اور نواب مرزا مہدی علیخان بہادر حشمت جنگ گورنر بمبئی کی طرف سے دربار ایران مین سفیر مقرر ہوے تھے وہ بوشہر مین آئیے اور حاجی محمد خلیل خان کے ذریعہ سے فتح علی شاہ بادشاہ ایران اور وزرا ایران سے اس امر مین خط وکتابت جاری کی اور زمان شاہ کے بھائیون محمود شاہ و فیروز شاہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کو آمادہ کیا۔ اس خبر کے سنتے ہی زمان شاہ طرف پشاور سے ہرات کو چلا گیا اور ہندوستان پر حملہ کرنا ملتوی ہو گیا۔ اور کپتان مالکم سے جو بطور سفارت ایران پہونچ گیے تھے اور فتح علی شاہ سے رمضان ۱۲۱۵ھ ہجری مطابق ۲۸ جنوری ۱۸۰۱ء کے ایک عہدنامہ تحریر ہو کر حاجی ابراہیم خان وزیر اعظم شاہ ایران اور کپتان مالکم صاحب کے دستخط سے مکمل ہوا۔ اور جب کپتان جان ملکم دربار ایران سے واپس آئیے تو فتح علی شاہ نے حاجی محمد خلیل خان کو سفیر مقرر کرکے

بمبئی کو روانہ کیا۔

حاجی محمد خلیل خان ۲۲ مئی ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۷ ہجری کے بمبئی مین پہونچے نہایت تعظیم و تکریم سے انگریزون کی جانب سے استقبال ہوا اور جس مکان مین ٹھہرایے گیے وہان ایک کمپنی سپاہیون کی بطور اظہار تعظیم تعینات کی گئی۔

اتفاقاً ایک دن حاجی محمد خلیل خان کے ساتھیون اور کمپنی متعینہ کے سپاہیون مین کسی امر مین تکرار ہوی اور ہتھیارون تک نوبت پہونچی۔ حاجی محمد خلیل خان اوس بہت بگڑے کے رفع دفع کرنے کو اندر سے باہر نکلے اور اتفاقیہ ایک گولی اونکے لگی اور وہ مارے گیے۔ یہہ واقعہ ۲ جولائی ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۷ ہجری کے واقع ہوا۔ مارکوئیس آف ولزلی گورنر جنرل نے اس اتفاقیہ حادثہ پر بہت رنج اور افسوس ظاہر کیا اور میجر مالکم اور مسٹر لوٹ کو جو کلکتہ مین تھے واسطے تشفی و دلدہی پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کے بمبئی کو روانہ کیا۔ چنانچہ وہ ۳ اگست ۱۸۰۲ء کو کلکتہ سے روانہ ہوے۔ مسٹر لوٹ راہ مین بیمار ہو گیے اور میجر مالکم ۱۹ ستمبر کو مچھلی بندر مین اور از راہ خشکی حیدر آباد دکن ہو کر ۱ اکتوبر کو بمبئی پہونچے اور پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کی بخوبی تسلی و تشفی کی اور نومبر ۱۸۰۲ء کو کلکتہ واپس چلے گیے۔ علاوہ اسکے مارکوئیس آف ولزلی نے ایک تعزیت نامہ مسٹر مینسٹی کے ہاتھہ جو بصرہ مین بطور سفیر مقرر تھے فتح علی شاہ کے پاس بہیجا اور فتح علی شاہ شاہ ایران نے بہی اس واقعہ کا اتفاقیہ واقع ہونا تسلیم کیا۔

اس زمانہ مین نواب مہدیعلیخان حشمت جنگ سرکار انگریزی کی طرف سے بوشہر مین سفیر تھے مگر سرکار انگریزی نے کسی سبب سے اونکو اس عہدہ سے علیحدہ کر کے واپس بُلا لیا۔

چنانچہ تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مین جو ۱۸۸۶ء مین بمبئی مین چھپی ہے بصفحہ ۱۶ و ۱۷ ایہ فقرہ لکھا ہے۔ "وقونسلگری بندر ابوشہر درین آوان با میرزا مہدیعلیخان حشمت جنگ بہادر حوالہ وچون او میخواست کہ بدولت خود حسن خدمتی نماید و میخواست کہ مسئولیت وبار وتہمت مہمانکشی را از دوش دولت انگلیس بردارد لہذا بعقل ناقص خود تدبیرے اندیشید واز واقعۂ قتل حاجی خلیل خان خبرہای دروغ بولایات اطراف انتشار میداد واین بطریقیکہ مسئولیت آن بخود آن مرحوم عائد میگردید وحالانکہ ہیچ حاجتے بانتشار آن نوع خبرہای دروغ نماندہ بود وحادثہ مذکور را مردم ایران بنظر تعجب ملاحظہ میکردند کہ آیا درین کار چرا دولت انگلیس این ہمہ اصرار میکند وبجای نہمہ مصارف گزاف ہرگاہ یک سفیرے دیگر بدربار ایران فرستادہ بود ہر آئینہ ازین بدنامی ہا بیرون می آمد درختامِ نامہ دربار ایران را حاصل مینمود وجماعت انگلیسیہ بدین سبب نواب ممدوح را مقصر نمودہ از بوشہر عزلش نمودند وموجب دادند۔

ان واقعات کے بعد گورنر جنرل مارکویس آف ولزلی نے ایک خط معذرت کا بنام شاہ ایران اور ایک سفارت کا دربار ایران مین جسکا صدر مقام بوشہر مین رہتا تھا بھیجنا تجویز کیا اور مسٹر لوٹ جو بمبئی مین تھے خط معذرت لیجانے کو تجویز ہوسے اور میجر مالکم

سے کے پاس بمبئی مین وہ خط بہیجا گیا کہ مسٹر لوبٹ کے ہاتہہ روانہ کیا جاوے۔ مگر وہ بسبب
بیماری کے نہ جا سکے اور میجر مالکم نے جو اوس وقت بمبئی مین تہے بذریعہ اپنی چٹہی بنام
چراغ علیخان لکہا کہ مسٹر لوبٹ کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے مسٹر پازلی کو نواب گورنر جنرل
کا خط بنام شاہ سپرد کیا گیا ہے کہ وہ لیجاوین اور پہر اپنی چٹہی مورخہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۸۰۲ء
مین مسٹر اڈینسٹن پولیٹیکل سکرٹری کو لکہا کہ مسٹر لوبٹ کا عقب سے جانا ضرور ہے
مگر یہ خط معذرت گورنر جنرل کا بذریعہ مسٹر مینسٹی جو سفیر بصرہ مین تہے شاہ کی خدمت مین
پہونچایا گیا جیسا کہ ہم اوپر لکہہ آئے ہین اور اوسکا ذکر تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و
محمد نبی خان مین جو سنہ ۱۸۸٦ء مین بمبئی مین چہپی ہے بصفحہ ۵ حسب ذیل مندرج ہے۔
دو مارکویس ولزلی یک معذرت نامہ مصحوب مسٹر مینسٹی بالیوز بصرہ و دیگران با جامہ ہای
سیاہ کہ نشان عزاداری است بدربار ایران فرستادہ و نامہ و ہدایای فوق رالایشان بر داشتہ
بحضور اعلیحضرت فتح علی شاہ رفتند کہ یکی از مامورین نظام و یک کپتان سپاہ نظام از تاریخ
وقوع این حادثہ در بندر بمبئی محبوس اند و این حادثہ ناگاہ روی دادہ و اعلیحضرت پادشاہی
نیز از راہ مراحم بیکران شاہانہ برہائی محبوسین فرمان داد و نامہ و ہدایای ایشان را پذیرفتہ
و مسٹر مینسٹی بمحل ماموریت خویشتن برگشت ؎

مارکویس آف ولزلی نے مسٹر لوبٹ اور خواجہ فریدالدین احمد دونون کا بہیجنا تجویز
کیا۔ اونکی تاریخ روانگی ٹہیک طور پر معلوم نہین ہوتی سگر غالباً سنہ ۱۸۰۳ء مطابق
سنہ ۱۲۱۸ ہجری کے روانہ ہوے ہونگے۔

کسی انگریزی تاریخ سے جہانتک ہمنے تلاش کی مسٹر لوٹ کا ایران یا بوشہر
پہونچنا معلوم نہین ہوتا۔ بلکہ اونکی روانگی ہی معلوم نہین ہوتی۔ خواجہ فریدالدین احمد کا
دستور تہا کہ وہ برابر اپنا روزنامچہ لکھا کرتے تھے۔ اور عہد شباب سے اونکے انتقال
سے دو ہفتہ پیشتر کا روزنامچہ لکھا ہوا موجود تہا اور راقم نے بارہا اوسکو بطور ایک
دلچسپ تاریخ کے پڑہا تہا۔ مگر افسوس ہے کہ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء مین وہ روزنامچہ تلف
ہوگیا۔ راقم کو یاد پڑتا ہے کہ اوس روزنامچہ مین لکھا تہا کہ وہ مسٹر لوٹ بیمار ہوگیے
اور گورنر جنرل کے حکم سے خواجہ فریدالدین احمد بطور سفیر مستقل کے روانہ ہوے۔
بوشہر پہونچنے کے بعد وہ شیراز اور طہران مین گیے اور کئی دفعہ فتح علی شاہ کے
دربار مین حاضر ہوے اور فتح علی شاہ کی مہربانی اونکے حال پر خصوصًا بلحاظ اونکے
اعلیٰ درجہ کے علوم ریاضیہ کے جاننے کے بہت زیادہ ہوگئی تہی۔

بوشہر اور شیراز اور طہران مین جو واقعات گذرے ہون اونکے بالتفصیل لکھنے کا
بسبب تلف ہوجانے روزنامچہ کے کوئی ذریعہ نہین رہا۔ مگر جہانتک کہ راقم کو
بالاجمال یاد ہے وہ اسقدر ہے کہ خواجہ فریدالدین احمد نے شاہزادہ حسین علی میرزا اور
صادق علیخان اور چراغ علیخان نوای بگلربیگی (یہ وہی چراغ علیخان ہین جنکے نام سرجان ملکم
نے چھٹی لکھی تہی) سے جو دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے بہت زیادہ دوستی پیدا کی تہی
اور اون ہی لوگون کے ذریعہ سے جو مقاصد سفارت کے تھے اونکو بخوبی انجام دیا تہا
بڑا مقصد اس سفارت کا یہ تہا کہ شاہ ایران کو بجاے حاجی خلیل خان مقتول کے

ہندوستان مین دوسرے سفیر کے بہیجنے کی ترغیب ہیجاوے تاکہ دوستی اور ارتباط
دونون سلطنتون کا قائم رہے - اور شاہ کو اس بات کا یقین دلایا جاوے کہ درحقیقت
حاجی خلیل خان کے مارے جانے کا واقعہ ایک امر اتفاقی تہا اور گورنمنٹ انگریزی کوئی
الزام اوسکا اوس مرحوم کی نسبت خیال نہین کرتی جیسا کہ نواب مہدیعلیخان نے اوسکو
شہرت دی تہی - اس مقصد مین بخوبی کامیابی ہوئی اور شاہ نے دوسرا سفیر ہندوستان
مین بہیجنا منظور کر لیا اور محمد نبی خان کا شاہ کیطرف سے بطور سفیر کے ہندوستان
مین بہیجنا تجویز کیا گیا -

خواجہ فریدالدین احمد کی محمد نبی خان سے بہی دوستی تہی اور جبکہ اونکا ہندوستان
مین بطور سفیر کے بہیجنا تجویز ہوا تو محمد نبی خان نے بہت زیادہ راہ و رسم خواجہ فریدالدین احمد
سے بڑہالی تہی - محمد نبی خان کی سفارت ہندوستان کا مفصل حال تاریخ سفارت
حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مطبوعہ بمبئی مین مندرج ہے محمد نبی خان کو شعر کا بہی مذاق
تہا - اوسکی دوستی کا خواجہ فریدالدین احمد سے یہ بڑا ثبوت ہے کہ جب خواجہ فریدالدین احمد
امور سفارت کے انجام دینے کے بعد شیراز سے بوشہر کو روانہ ہونیلگے تو محمد نبی خان
نے چند اشعار الوداعی بطور علامت دوستی کے تصنیف کر کے خواجہ فریدالدین احمد کو پیشکش
کیے - وہ اشعار ہمراہ دیگر اشعار محمد نبی خان کے تاریخ سفارت مذکورہ بالا مین بصفحہ ۱۰۳
چہاپہ ہوے ہین جنکو ہم بلفظہ مع اوس عبارت کے جو اونکے عنوان پر لکہی ہے ذیل
مین مندرج کرتے ہین -

قطعہ کہ بخواجہ فریدالدین احمد در شب روانگی ایشان از شیراز بہ بندر ابوشہر بدیہہ نوشتہ شد

مشفقا امشب چو زلف گلرخان — خاطر جمعم پریشان گشتہ است
حیرت افزاید مرا از خویشتن — کز چہ رو احوالم اینسان گشتہ است
خاکدان دہر را از آب و ہوا — آتشی گوئی فروزان گشتہ است
بر دلم نہ از گلے خارے خلید — تا بگویم اینم از آن گشتہ است
ہم یک امشب بندہ را مسرور دار — دل ترا از جان چہ خواہان گشتہ است
ہجر تو بس مشکل آید بر سفیہ — از چہ رو پیش تو آسان گشتہ است

اس سفارت کے انجام دینے کے بعد خواجہ فریدالدین احمد بوشہر سے کلکتہ واپس آیے اوس وقت کوئی پولیٹکل امر گورنمنت انگریزی اور سلطنت اوا واقع برہما مین درپیش تہا۔ اوسکے طے کرنیکو خواجہ فریدالدین احمد گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے بطور ایجنٹ مقرر ہوکر اوا مین گییے اور اوسکو انجام دیکر پہر کلکتہ مین واپس آیے۔

اونکی واپسی کے تہوڑے عرصہ پیشتر یعنی سنہ ۱۸۰۳ء مطابق سنہ ۱۲۱۸ ہجری مین ملک بوندیل کہنڈ فتح ہوچکا تہا اور واسطے وصول مالگزاری کے دیہی پر تحصیلدارونکا تقرر ہوتا تہا۔ اوس زمانہ مین وہ عہدہ نہایت معزز اور ذی اختیار تہا۔ اون تحصیلدارون کو تنخواہ نہین ملتی تہی بلکہ ایک حصہ ملک کا سپرد ہوجاتا تہا اور جس قدر روپیہ وہ اوس

ملک سے مالگزاری کا وصول کرتے تھے دس روپیہ سیکڑا حق التحصیل اوسمین سے لیتے تھے۔ خواجہ فریدالدین احمد اوا سے واپس آنے پر بوندیل کھنڈ مین اوس عہدہ پر مقرر ہوے اور پرگنات اوگاسی وغیرہ جواب ضلع باندہ مین شامل ہین اونکے سپرد ہو گیے۔ جب یہ انتظام شکست ہو گیا اور کلکٹر اور معمولی تحصیلدار مقرر ہوے اوسوقت خواجہ فریدالدین احمد اوس عہدہ سے کنارہ کش ہو کر دلی مین واپس آیے۔

خواجہ فریدالدین احمد سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ء کے دلی سے نکلے تھے اور سنہ ۱۲۲۵ھ مطابق سنہ ۱۸۱۰ء کے بارہ تیرہ برس کے بعد واپس آیے۔ اس عرصہ مین دلی مین بہت سے واقعات گذر چکے تھے۔

جب وہ گیے تو شاہ عالم بادشاہ تھے اونکی آنکھین نکل چکین تہین اور اونکی حالت نہایت خستہ اور خراب تھی۔ اونھون نے اپنی خستہ حالی کے بیان مین ایک غزل لکھی ہے اور ہر ایک سے اور نیز انگریزون سے مدد چاہی ہے۔ ہم اوس غزل کو بطور تاریخانہ یادگار کے اس مقام پر لکھتے ہین۔ یہہ غزل مفتاح التواریخ مؤلفہ ولیم بیل مین بہی چہپی ہے۔ مگر نہایت غلط چہپی ہے۔ ہم اوسکو صحیح کی ہوی چہاپتے ہین اور جو اشارات اوس غزل مین ہین حاشیہ پر اوسکی تصریح بہی لکھدیتے ہین۔ وہ غزل یہہ ہے۔

صرصرِ حادثہ برخاست پیٔ خواریِ ما	داد برباد سر و برگ جہانداریِ ما
آفتابِ فلکِ رفعتِ شاہی بودیم	برد در شامِ زوال آہ سیہ کاریِ ما

چشم ما کنده شد از دستِ فلک بخت شد … تا نه بینیم که کند غیر جهانداریِ ما

داد افغان[1] بچهٔ شوکتِ شاهی بر باد … کیست جز ذاتِ مبرا که کند یاریِ ما

بود جانکاه زر و مال جهان همچو مرض … دفع از فضلِ الهی شده بیماریِ ما

کرده بودیم گناهی که سزایش دیدیم … هست امید که بخشند گنهگاریِ ما

کرده سی سال نظارت[2] که مرا داد بباد … زود تر یافته پاداشِ ستمگاریِ ما

عهد و پیمان بمیان داده نمودند دغا … مخلصان خوب نمودند وفاداریِ ما

شیر دادم افعی بچه را پروردم … عاقبت گشت مجوز بگرفتاریِ ما

حق طفلان که بسی سال فراهم کردیم … کرده تاراج و نمودند سبکباریِ ما

قوم مغلیه و افغان همه بازی دادند … بسکه گشتند مجوز بگرفتاریِ ما

این گدا زاده همدان که بدوزخ برود … بانیِ جور و ستم شد بدل افگاریِ ما

گل محمد که ز مروان بشرارت کم نیست … چه قدر کرد وکالت پیِ آزاریِ ما

آن نیاز و سلیمان و بدل بیگِ لعین … هر سه بستند کمر بهر گرفتاریِ ما

شاه تیمور که دارد سر نسبت با من … زود باشد که بیاید بمددگاریِ ما

مادهوجی سیندهیه فرزند جگر بند منست … هست مصروف تلافیِ ستمگاریِ ما

آصف الدوله و انگریز که دستور من اند … چه عجب گر بنمایند مددگاریِ ما

راجه و راو و زمیندار امیر و چه فقیر … حیف باشد که نسازند بغمخواریِ ما

نازنینانِ پریچهره که همدم بودند … نیست جز محلِ مبارک به پرستاریِ ما

[1] مراد از آن غلام قادر خان است ۱۲

[2] مراد از آن منظور علیخان ناظر است ۱۲

گرچہ ما از فلک امروز حوادث دیدیم	باز فردا دهد ایزد سر سرداری ما

اس عرصہ مین ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے لارڈ لیک نے دلی کو فتح کرلیا اور انگریزی عملداری دلی مین ہو گئی اور ۱۴ ستمبر ۱۸۰۳ء کو دلی کا انتظام جنرل اختر لونی کے سپرد کیا گیا۔ جنرل اختر لونی بطور رزیدنٹ کے وہان تھے اور کرنل برن بطور اعلی افسر فوج کے۔ لارڈ لیک مرہٹون کے مقابلہ مین مصروف تھے۔

ہولکر نے ۱۰ اکتوبر ۱۸۰۳ء کو نواح متھرا مین لارڈ لیک سے شکست پائی اور دہلی کی طرف چلا۔ اور ۸ اکتوبر ۱۸۰۴ء کو دہلی کی فصیل کے تلے پیادون اور سوارون کی فوج اور سو توپین لیکر آ گہیرا۔ اور دہلی کا محاصرہ کرلیا۔ ایک میرے معزز بزرگ جو اوسوقت مین جوان تھے مجھسے کہتے تھے کہ انہون نے دہلی کی فصیل پر چڑہکر ہولکر کی فوج کو دیکھا۔ ایک لہراتا ہوا دریا سوارون کی فوج کا معلوم ہوتا تھا۔ اور یقین نہین ہوتا تھا کہ دلی کے اندر جو قلیل فوج ہے وہ دلی کو بچا سکے گی اور اس فوج کو شکست دیگی

جنرل اختر لونی کو اس بات کی خبر پہونچ گئی تھی کہ ہولکر کا ارادہ دلی پر آنیکا ہے اونہون نے نہایت دانشمندی سے اوسکا کافی بندوبست کیا تھا۔ کرنل برن کو معہ فوج کے سہارنپور سے بلایا تھا۔ اور دولت راو والی پلٹن جو بزیر کمان کپتان ہیربٹ کے رہتک مین تہی اور نجیبون کی پلٹن کو جو زیر حکم لفٹنٹ برج کے پانی پت مین تہی دلی مین جمع کرلیا تھا۔ ہولکر نے ۸ اکتوبر ۱۸۰۴ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے دلی پر حملہ کیا۔ دہلی کی فوج نے گولہ باری شروع کی۔ کئی دن لڑائی رہی اور ہولکر کو شکست ہوی اور بہاگ گیا

وہی میرے دوست کہتے تھے کہ ہولکر کے بھاگ جانے کے بعد میدان صاف دیکھکر
تعجب آتا تھا کہ ہولکر کی اسقدر کثیر فوج کہان غائب ہوگئی - اور کون اوسکو کھا گیا - پادشاہ
نے جنرل اختر لونی کو نصیر الدولہ معز الملک وفادار خان بہادر ظفر جنگ کا خطاب عنایت فرمایا -

اوسکے بعد شاہ عالم ۷ رمضان سنہ ۱۲۲۱ ہجری مطابق ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۰۶ء کے
مر گیے اور اکبر شاہ ثانی تخت نشین ہوے -

اکبر شاہ ثانی کے عہد مین ایک سخت واقعہ پیش آیا - نواب ممتاز محل زوجہ اکبر شاہ کی
نہایت چاہیتی بیوی اور مرزا جہانگیر اور مرزا بابر کی مان تہین یہ بات چاہی کہ مرزا ابو الظفر
عرف مرزا ابن جو سب سے بڑے بیٹے بادشاہ کے تھے اور جو اخیر کو بہادر شاہ ہوے
ولی عہد نہ بنائے جاوین - بلکہ مرزا جہانگیر ولیعہد ہون بادشاہ بھی اپنی چاہیتی بیوی
کی مرضی کے تابع تھے مگر حکام انگریزی اسکو جائز نہین رکھتے تھے - مرزا جہانگیر نے
فساد کرنا چاہا اور قلعہ مین کچھہ مسلح آدمی جمع کیے - اوس زمانہ مین مسٹر سیٹن رزیڈنٹ
تھے وہ مرزا جہانگیر کے سمجھانے کو قلعے مین گیے - مرزا جہانگیر نے اون پر طپنچہ کی گولی
چلائی - وہ بچ گیے اور اونکی ٹوپی مین گولی لگی - وہ واپس آیے اور مرزا جہانگیر نے
قلعہ کے دروازے بند کر لیے - مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تھوڑی سی فوج لیکر گیے - قلعہ کا دروازہ
اوکھاڑ کر اندر گھس گیے اور مرزا جہانگیر کو گرفتار کر کے قلعہ الہ آباد مین رہنے کے لیے روانہ
کر دیا - یہہ واقعہ ۱۸۰۹ء مطابق سنہ ۱۲۲۴ ہجری کے وقوع مین آیا - اوسوقت مرزا جہانگیر
کی عمر انیس ۱۹ یا بیس ۲۰ برس کی تھی اور اوسی زمانہ سے قلعہ کے دروازون پر ایک کمپنی انگریزی

فوج کی متعین ہوگئی اور ایک کپتان قلعہ کے لاہوری دروازہ پر رہنے لگا۔ مرزا جہانگیر کا انتقال سنہ ۱۸۲۱ء مطابق سنہ ۱۲۳۶ ہجری کے الہ آباد مین ہوا۔ اول ونکی لاش خسرو باغ مین دفن ہوئی۔ پہر دلی مین لائی گئی۔ جسکا ذکر ہم آیندہ لکہین گے۔

جب یہ واقعہ ہوا لارڈ منٹو گورنر جنرل تہے اور اکبر شاہ کی متعدد درخواستین نسبت اپنی استحقاق اور اختیارات کے لارڈ منٹو کے سامنے پیش تہین۔ مگر اس واقعہ کے بعد لارڈ منٹو نے سب کو نامنظور کیا اور صرف چہتر ہزار پانسو روپیہ ماہواری جسکا اقرار لارڈ ولزلی نے کیا تہا بطور پنشن کے مقرر کر دیا۔ جسکا اضافہ ایک لاکہہ روپیہ ماہواری تک ہو گیا۔ بہادر شاہ کے وقت مین سوا لاکہہ تک اضافہ کی تجویز ہوی تہی مگر وہ جاری نہین ہوی ایک دفعہ اضافہ کا روپیہ بہی بادشاہی خزانہ مین آگیا تہا۔ پہر واپس کر لیا گیا۔

خواجہ فریدالدین احمد بوندیل کہنڈ سے واپس آنے کے بعد پہر کلکتہ کو چلے گیے۔ اونکے ہاتہہ کا لکہا ہوا ایک رسالہ مسمی "تحفہ نعمانیہ" صنعت اصطرلاب مین ہمارے پاس موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۵ء کے کلکتہ مین تہے۔ چنانچہ عبارت خاتمہ تحریر رسالہ مذکور یہہ ہے۔ "وتمت الرسالہ جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۱ ہجری در کلکتہ فرید"۔ مگر یہہ معلوم نہین ہوا کہ کس سنہ مین دلی سے کلکتہ مین گئے تہے

اکبر شاہ اگرچہ تخت نشین ہوے مگر اخراجات کی تنگی کا وہی حال تہا جو شاہ عالم کے وقت مین تہا۔ شاہ عالم ہی کے وقت مین اخراجات کی نہایت تنگی تہی۔ تمام کارخانے ابتر ہوگئے تہے۔ شاہزادون کو جو قلعہ کے نو محلے مین رہتے تہے ماہواری روپیہ نہین ملتا تہا

اور وہ چھتون پر چڑھکر چلاتے تہے کہ بہوکے مرتے ہین بہوکے مرتے ہین۔
اکبرشاہ کے عہد مین بہی بہی ابتری تہی۔ خرچ آمدنی سے بہت زیادہ تہا۔ قرضہ ہوگیا
تہا اور تنخواہین ملازمین اور شاہزادونکی دو دو مہینے تین تین مہینے تک نہین تقسیم ہوتی تہین
اکبرشاہ کو ان خرابیون کے رفع ہونے کی نہایت فکر تہی اور اس بات کا بہی خیال تہا کہ دلی
اور اوسکے مفصلات مین خالص بادشاہ کی حکمرانی رہنی چاہیے اور انگریزون کو محاصل
ملک سے تین لاکہہ روپیہ ماہواری دینا لازم ہے۔
سید محمد متقی خان ابن جواد الدولہ جواد علیخان مؤلف اس رسالہ کے والد اور خواجہ فریدالدین احمد
کے داماد کو دربار شاہی مین نشستی پسوخ تہا اور اکبرشاہ سے اونکے زمانہ شاہزادگی سے بہت
زیادہ راہ و رسم تہی۔ اور بادشاہ کبہی کبہی اونکو بہائی متقی کہکر مخاطب کیا کرتے تہے۔
اکبرشاہ نے سید محمد متقی سے چاہا کہ وہ انتظام امور بادشاہت اپنے ہاتہہ مین لین اور ان
خرابیون کا انتظام کرین۔ سید محمد متقی نے تو اس سے عذر کیا۔ مگر اپنے خسر خواجہ
فریدالدین احمد کا اور اونکی سفارت ایران اور اوسکی کامیابی کا ذکر کیا اور یہہ صلاح دی کہ اونکو
بلاکر وزیر کیا جاوے تو غالباً سب امور کا انتظام ہوجاوے۔ اکبرشاہ نے اس صلاح کو
پسند کیا اور خواجہ فریدالدین احمد کو کلکتہ سے بلانیکا حکم دیا اور وہ کلکتہ سے اوسی سال یعنی
سنہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۵ء کے دلی مین آے۔ بادشاہ کی ملازمت کی۔
اکبرشاہ نے اون کو وزیر مقرر کیا۔ خلعت وزارت اور خطاب دبیرالدولہ امین الملک
مصلح جنگ کا عطا کیا۔

خواجہ فریدالدین احمد نے اپنے ایام وزارت مین اس وجہ سے کہ بادشاہ قرضدار ہوگیے تہے قرضہ ادا کرنے اور اخراجات برابر کرنے کی تین تدبیرین کین۔ تمام شاہزادگان بیگمات و ملازمان و عملہ شاہی کی تنخواہون سے دس روپیہ فیصدی تنخواہ کم کردی اور دو مطبخ یعنی شاہی باورچیخانے جو بڑے خاصہ[۱] اور چہوٹے خاصہ[۲] کے نام سے موسوم تہے اور جنکا روزانہ صرف کثیر تہا اور اسی کے ساتہہ بعض دیگر غیر ضروری کارخانجات کو موقوف کردیا اور تیسرا کام یہہ کیا کہ دیوانِ عام کی چہت جسمین تانبے کی موٹی چادرین بطور چہت گیری کے لگاکر اوسپر پیتل کی ڈنڈیون و پہولون سے جن پر سُنہری ملمع تہا بطور خاتم بندی کے بنائی گئی تہی اور جسکو بعہد شاہ عالم ۱۱۷۳ہجری مطابق ۱۷۵۹ء کے بہاؤ مرہٹہ نے اوکہاڑ ڈالا تہا اور لے نہ جاسکا تہا اور وہ سب اوکہڑی ہوئی پڑی تہی اور پہر اوسکا بنانا بنظر حالاتِ شاہی غیر ممکن تہا اوسکا سونا الگ اوتروالیا اور جسقدر تانبا تہا شاہی ٹکسال مین اوسکے پیسے بنواڈالے (غدر سے پہلے تک یہہ پیسے دلی مین مروج تہے) اور پیتل فروخت کردیا اور اس تدبیر سے

[۱] بڑا خاصہ وہ کہانا کہلاتا تہا جو تمام ملازمون اور عہدہ دارون اور خواصون اور باری دارون کو جو چوکی پہرہ کو دن رات اپنی اپنی باری سے دیوان خاص اور خاص ڈیوڑہی اور دیگر مقامات خاص مین حاضر رہتے تہے بادشاہ کی طرف سے تیار ہوکر دیا جاتا تہا ۱۲

[۲] چہوٹا خاصہ وہ کہانا کہلاتا تہا جو تیار ہوکر محل مین بہیجا جاتا تہا اور بڑے بڑے امیر یا حکیم جو اپنی اپنی باری یا کسی ضرورت سے قلعہ مین رہجاتے تہے اونکو بہیجا جاتا تہا ۔ ۱۲

کئی لاکہہ روپیہ قرض شاہی ادا کیا ان انتظاموں سے آمدنی اور خرچ برابر ہوگیا اور تنخواہین ماہوار ملنے کا انتظام ہوگیا۔ مگر شاہزادے اور بیگمات اور درباری سب اس بات سے کہ اونکی تنخواہین کم ہوگئی تہین نہایت ناراض تہے اور خاصون اور کارخانجات کی موقوفی عام شکایت کا باعث تہی۔ ان اسباب سے ہر شخص نے بادشاہ کے پاس شکایتین شروع کین۔ دیوانِ عام کی چہت کی نسبت جو کچہہ کیا گیا تہا وہ بادشاہ کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا تہا۔ مگر تمام لوگ چرچا کرتے تہے کہ دیوان خاص کی چاندی کی چہت نادر شاہ نے لوٹ لی اور دیوان عام کی تانبے کی چہت خواجہ فرید نے۔ رفتہ رفتہ ان شکایتون کا اثر بادشاہ کے دل پر بہی ہوا اور دبیر الدولہ نے عہدۂ وزارت کو اپنے ہاتہہ مین رکہنا مناسب نہ جانا۔ یا یہہ کہ وہ زیادہ دیر ہاتہہ مین نہ رکہہ سکتے تہے۔ اونہون نے اوس عہدہ سے استعفا دیا اور چند روز بعد پہر کلکتہ کو چلے گیے۔

اونکے بعد تمام اختیاراتِ وزارت نواب ممتاز محل کے جو بادشاہ بیگم تہین قبضۂ اقتدار مین چلے گیے اور اونہین کی طرف سے مختلف اشخاص وزارت کا کام انجام دیتے تہے ان واقعات کے چند روز بعد بادشاہ نے پہر واسطے اضافہ پیشکش کے تحریک کرنی چاہی اور اس باب مین ایک مراسلہ بنام گورنر جنرل تیار کیا گیا جس مین زیادہ تر شکایت اسبات کی تہی کہ آمدنی واسطے اخراجات ضروری کے کافی نہین ہے۔ سید محمد تقی خان نے موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ دبیر الدولہ کلکتہ مین موجود ہے اور آمدنی اور اخراجات

کا حال اونکو معلوم ہے اور کاغذات جمع خرچ کی یادداشتین بہی اونکے پاس ہین اور در حقیقت آمدنی و خرچ برابر ہو گیا ہے اور قرضہ بہی ادا ہو گیا ہے – اگر گورنر جنرل اون سے دریافت کرے تو بجز اسکے اور کیا کہہ سکتے ہین کہ بالفعل آمدنی اور خرچ برابر ہے – قرضہ بہی نہین ہے اوس وقت جو مراسلہ کا بہیجنا تجویز کیا گیا ہے وہ کیونکر تسلیم ہو سکیگا بادشاہ کے دل مین اسبات نے جگہہ کی اور کہا کہ تم ٹہیک کہتے ہو مگر اسکی تدبیر کیا ہے – سید محمد متقی خان نے عرض کیا کہ خواجہ فرید کا علحدہ کر دینا مصلحت نہین تہا – اگر اسمین کچہہ سعی و کوشش ہو سکے گی تو دبیر الدولہ ہی کی تدبیر و کوشش سے ہو سکیگی – بادشاہ نے تہوڑی دیر غور کرنیکے بعد اسبات کو پسند کیا اور دبیر الدولہ کے کلکتہ سے بلانے کو حکم دیا – چنانچہ وہ کلکتہ سے آئے اور دوبارہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۹ع کے بدستور اپنے عہدہ سابق پر مامور ہوے –

اس دفعہ کے تقرر مین بہی نواب دبیر الدولہ نے درحقیقت ماہواری پنشن کے اضافہ کی جو بنام پیشکش، بادشاہ کے لیے مقرر تہی کوئی کوشش نہین کی اور ہمیشہ لیت و لعل کرتے رہے جسکے سبب سے بادشاہ کی کبیدگی خاطر بڑہتی جاتی تہی – جو لوگ اونکے مخالف تہے انہون نے بادشاہ کے دل مین یہ بات جمائی کہ دبیر الدولہ انگریزون سے سازش رکہتے ہین اور اسلیے اوسمین کوشش نہین کرتے اور لوگون کو بہی تعجب تہا کہ وہ کیون اس مین تساہل کرتے جاتے ہین آخرکار بادشاہ نے یہ بات چاہی کہ وزارت کے کام مین اور شخصون کو بہی دبیر الدولہ کے شریک کیا جاوے – اس شرکت کے تین

شخص خواہان ہوے ۔ ایک نواب محمد میر خان جنکے باپ شاہ جی اوس زمانہ مین دہلی کے صوبہ تہے جب کمپنی انگریز نے دہلی پر قبضہ کیا تہا ۔ دوسرے راجہ کیدار ناتہہ اور تیسرے راجہ جی سکہہ رائے یہہ واقعہ جولائی سنہ ۱۸۲۰ء کا ہی جو مطابق ہے سنہ ۱۲۳۶ھ کے (واضح ہو کہ اس واقعہ کا سال ہمکو جنرل گارڈنر کے روزنامچہ سے جو اونکی خاندان مین محفوظ ہے اور جو کاسگنج ضلع ایٹہ مین ہے دستیاب ہوا ہے) مگر نواب ممتاز محل راجہ جی سکہہ رائے کی طرفدار تہین اور وہ چاہتی تہین کہ سب کو نکالکر راجہ جی سکہہ رائے کو مقرر کیا جاوے ۔ دبیر الدولہ اونکی شرکت مین کام کرنا منظور نہین کرتے تہے چندروز اسیطرح فقرہ بازیان و تدبیرین ہین آخر کار بصلاح جنرل اکٹرلونی کی جو رزیڈنٹ تہے اور دبیر الدولہ سے نہایت دوستی رکہتے تہے سنہ ۱۸۲۲ء مطابق سنہ ۱۲۳۸ ہجری کے دبیر الدولہ نے استعفا دیدیا اس دفعہ غالباً تین برس یا ساڑہے تین برس تک انہون نے وزارت کا کام انجام دیا ۔

اوس زمانہ کی ایک عمدہ یادگار ایک تصویر کا فوٹوگراف ہمارے پاس موجود ہی جو زمانہ وزارت دبیر الدولہ مین بادشاہی مصورون نے اکبر شاہ کے دربار کی بنائی تہی ۔ اور یہہ تصویر اوس کتاب مین بہی چہاپی گئی ہی جسکو مولوی سید احمد رمضان دہلی کے مصنف نے تصنیف کیا ہی اور بزم آخر جسکا نام ہے ۔

اسمین شاہزادون اور امرا کی دو گروہون مین جو بادشاہ کے روبرو کہڑے ہین و شکلین جنرل اکٹرلونی اور وزیر اعظم خواجہ فریدالدین احمد کی ہین جو برابر کہڑے ہین جنرل پوری انگریزی پوشاک پہنے آڑہی ٹوپی رکہے جریب[1] یا عصائے عزت پر جہکے ہوے ہین ۔ وزیر اعظم کے پاس بہی جریب ہی ۔ یہ تصویر جشن کے دربار کی ہے

[1] جریب کا ملنا بادشاہی دربار مین تعزز اور تقرب کی علامت تہی ۔ دربار مین کہڑے رہنے کے لیے سہارے کے واسطے عصا ملتا تہا کیونکہ دربار شاہی مین جملہ حاضرین ہر قسم کو کہڑا رہنا پڑتا تہا ۔ ۱۲

جو دیوان خاص میں ہوتا تھا دیوان عام کا دربار بہت دنوں سے موقوف ہو چکا تھا بادشاہ تخت طاؤس پر بیٹھے ہوئے ہیں جو اصلی تخت[لہ] طاؤس شاہجہانی کی نقل بنایا گیا تھا۔

جنرل اکٹرلونی اور وزیر اعظم دبیر الدولہ خواجہ فرید الدین احمد میں بڑی دوستی تھی جنرل اکٹرلونی اکثر دبیر الدولہ کے پاس جب چاہتے آیا کرتے تھے۔ اور اس لیے دبیر الدولہ کی مسند کے پاس ہمیشہ ایک نہایت عمدہ لال مخمل کی آرام کرسی رکھی رہتی تھی کہ جب وقت بیوقت جنرل صاحب آویں تو اوس پر بیٹھیں۔ دبیر الدولہ اپنی مسند پر اور جنرل اکٹرلونی اوس کرسی پر بیٹھتے تھے۔

ایک دن جنرل اکٹرلونی آئے ہوئے تھے۔ اتفاقاً راقم کسی سبب سے وہان گیا اور جنرل صاحب کو دیکھکر واپس آنے لگا مگر انہوں نے بلا لیا اور کچھ بات کی۔ راقم نے جنرل سے جو فل ڈریس پوری پوشاک یا وردی) پہنے ہوئے تھے پوچھا کہ "آپ نے ٹوپی میں پر کیون لگا رکھے ہیں اور کوٹ میں دوہرے بٹن کیون لگائے ہیں"۔ جنرل اس سوال سے بہت خوش ہوئے اور مسکرا کر خاموش ہو رہے۔ اوسوقت راقم کی عمر پانچ یا چھہ برس کی ہوگی۔

دبیر الدولہ کے استعفے کے بعد راجہ جی سکھہ رائے زیادہ محیط ہو گئے اور کارکنان سلطنت نے بادشاہ کے مقاصد پورا ہونے کو زیادہ تدبیر کرنی چاہی جو محض

لہ یہ تخت طاؤس وہ تھا جو اصلی تخت طاؤس کے نادرشاہ کے زمانہ میں لٹ جانے کے بعد محمد شاہ کے وقت میں بنایا گیا تھا۔ نہایت خوبصورت تخت تھا اور بالکل شاہجہان کے تخت کی نقل تھا مگر لکڑی کا تھا اور نگینہ جو بجائے جواہرات جڑے گیے تھے وہ بھی اصلی نہ تھے۔ بہادر شاہ نے اپنے زمانہ سلطنت میں ایک دوسرا تخت چاندی کا بنوایا تھا۔ "

ناروائی کا کام تھا۔ یعنی انھون نے رام موہن راے کو جو کلکتہ کے ایک بابو اور نہایت
لائق اور ذی علم اور متین۔ مہذب با اخلاق تھے اور وہی برہما سماج مذہب کے
جو اب بنگالیون مین نہایت کثرت سے رائج ہے بانی ہین بلایا۔ اس ارادہ سے
کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل کرکے لندن بھیجا جاوے۔ چنانچہ وہ دلی مین آیے
اور بادشاہ کی ملازمت کی اور اونکو راجہ کا خطاب بادشاہ کیطرف سے دیا گیا اور
آخرکار وہ بادشاہ کے وکیل ہوکر لندن مین بھیجے گیے اور ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۷ھ
کے لندن پہونچے اور ۱۸۳۳ء مطابق ۱۲۴۹ ہجری کے وہین مرگیے راقم نے
اونکو متعدد دفعہ دربار شاہی مین دیکھا ہے اور دلی کے لوگ یقین کرتے تھے کہ
اونکو مذہب اسلام کی نسبت زیادہ رجحان خاطر ہی مگر اس کارروائی سے بھی مقصد حاصل نہوا

بہادر شاہ کے عہد مین بھی اس باب مین کوشش کی گئی اور حکیم احسن اللہ خان صاحب
جو بادشاہی امور کے کارکن تھے خود کلکتہ گیے اور وہان سے ایک انگریز کو اپنے
ساتھہ لاے اور بادشاہ کی طرف سے اوسکو وکیل کرکے لندن کو روانہ کیا۔ مگر
کچھہ فائدہ نہوا۔

اس ناکامی کا اصلی سبب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم اور لارڈ لیک سے جو
اقرار اور معاہدے ہوے تھے اوسکے برخلاف شاہ عالم نے کوئی شقہ مرہٹون کے
نام لکھا تھا جبکہ مرہٹون اور لارڈ لیک مین لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ شقہ لارڈ لیک کے
ہاتھہ آگیا تھا اور اس سبب سے جو معاہدے کہ لارڈ لیک نے اوسکے قبل شاہ عالم سے

گیے تہے وہ سب زائل اور ساقط ہوگیے تہے اور اس لیے درحقیقت شاہ عالم اور کمپنی انگریزمین کوئی معاہدہ باقی نہین رہا تہا اور کمپنی انگریز کو اختیار کلی حاصل تہا کہ بادشاہ اور خاندانِ شاہی کے ساتہہ بلحاظ مصلحتِ ملکی جس طرح پر چاہے سلوک کرے۔ اگرچہ انگریزون نے ہکو علانیہ ظاہر نہین کیا۔ مگر یہی وجہ تہی کہ تمام درخواستین اور خواہشین بادشاہ کی جو برببنائے عہد او رمیثاق لارڈ لیک کے تہین اونپر کچہہ التفات نہین ہوتا تہا۔

وزارت سے استعفا دینے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگہہ نے اپنے معتمد اور تیس ہزار روپیہ بطور سفر خرچ دبیر الدولہ کے پاس بہیجا اور لاہور بلایا۔ سب لوگون کی کمال خواہش تہی کہ وہ منظور کرلین۔ مگر اونکی بڑی بیٹی یعنی والدہ راقم نے کہا کہ خدا نے آپ کو اسقدر دیا ہی کہ جس طرح پر چاہین آپ آرام کرسکتے ہین اور اگر اس سے کچہہ اور زیادہ ہوجاوے تو بہی جو آرام و آسایش آپ کو اب ہے اوس مین کچہہ زیادتی نہین ہوسکتی۔ خود لاہور مین جانا اور مہاراجہ رنجیت سنگہہ کی سلطنت کے اختیارات لینا اور پہر سب انگریزونکی عملداری مین رہنا اچہا نہین ہے معلوم نہین کیا اتفاقات پیش آوین اور کیا انقلابات ہون۔ اور کس قسم کی مشکلات پیش آجاوین۔ پس اس زمانہ ضعیفی مین کہ آپکی طبیعت بہی علیل رہتی ہے وہان جانا مین پسند نہین کرتی دبیر الدولہ کے دل پر اس بات نے ایسا اثر کیا کہ جانے سے انکار کردیا اور سفر خرچ واپس کیا اور پہر اخیر عمر تک باوجودیکہ پہر بادشاہ کی طرف سے ایک دفعہ تحریک ہوی مگر کوئی تعلق اختیار نہین کیا۔

غرضکہ خواجہ فریدالدین احمد نے ایسی خوش زندگی بسر کرکے ۱۴ محرم ۱۲۴۴ ہجری مطابق ۲۸ ۱۸۲۸ء کے انتقال کیا۔ بیرون ترکمان دروازہ چونسٹھہ کہنبہ مین جو ایک مشہور تکیہ شاہ فدا حسین کا تہا دفن کیے گیے۔ اونکی قبر پر نہایت عمدہ و نفیس عمارت بنائی گئی۔ اونکے بیٹون نے اونکی رسم سوم و چہلم مین ہزار ہا روپیہ خرچ کیا۔ اونکے مزار پر سالہا سال تک بسنت چڑہتی تہی اور ایسا عمدہ و نفیس میلہ بسبب قرب شہر کے ہوتا تہا کہ تمام درگاہون مین جو بسنتین ہوتی تہین سب مات ہوگئی تہین۔

اونکے چہوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے مادہ تاریخ وفات "جا بہشت یافتم" نکالا اور اوسکو بطور قطعہ کے موزون بہی کیا تہا جو راقم کو یاد نہین رہا۔ زمانہ تحریر اس رسالہ مین یعنی ۲۵ اگست ۱۸۹۳ء کو مین نے اوسکا ذکر مولانا خواجہ الطاف حسین حالی سے کیا انہون نے اوس مادہ تاریخ کو اس طرح پر موزون کردیا۔

رخت سفر چو از جہان خواجہ فریدوین ببست	از پی سال رحلتش سوی بسوی شتافتم
روی نمود ناگہان خواجہ شبی بخواب در	دیدہ و بخندہ باز گفت "جا بہشت یافتم" ۱۲۴۴

اونکے انتقال کی کئی دن بعد مسٹر کول بروک جو اوس زمانہ مین دہلی مین رزیڈنٹ تہے اور مسٹر ٹرولین جو اسسٹنٹ رزیڈنٹ تہے بطور ماتم پرسی کے آئے۔ اوسوقت دبیرالدولہ کے بیٹے اور داماد اور پوتے اور نواسے سب موجود تہے۔ اون سبکو مخاطب کرکے کلمات تعزیت کہے اور بذریعہ پیغام کے کلمات مخلصانہ اونکی بیبیون کو کہلا بہیجے۔ چہوٹے بچون کے ساتہہ جو اوسوقت موجود تہے نہایت مہربانی سے

پیش آتے اور دبیر الدولہ کی وفات پر نہایت تاسف ظاہر کیا۔

نواب دبیر الدولہ نے نہایت عمدگی و خوبی و شان و شوکت امیری و نام آوری مین آخر عمر تک اپنی زندگی بسر کی۔ تمام روسا اور امرا اور شرفاے شہر اونکا نہایت ادب و لحاظ کرتے تھے۔ اونکے مزاج مین بہت زیادہ نفاست تھی جسقدر اونکا لباس فرش اور تمام چیزین اوجلی رہتی تھین اونکا بیان مشکل ہے۔ علم سے اور بالتخصیص ریاضیات سے نہایت شوق تھا۔ اونکا معمول تھا کہ دو تین طالبعلمون کو سبق پڑہایا کرتے تھے۔ متعدد طالبعلمون مین سے ذہین اور سمجھدار منتخب کر لیتے تھے اور اگر کوئی امداد کا مستحق ہوتا تہا اوسکا وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ مولوی کرامت علی صاحب ابن مولوی حیات علی صاحب جو دلی کے مشہور عالم تھے اور اخیر کو حیدر آباد چلے گئے اور مولوی محب علی صاحب شیعہ مذہب جنہون نے آخر کو پنجاب مین نہایت عروج پایا اور خواجہ محمد ناصر جان جو بعد خواجہ محمد نصیر کے سجادہ نشین حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ ہوے اور حکیم رستم علیخان اونکے مشہور شاگردون مین سے تھے۔ اونکے چھوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے جو اپنے وقت مین علم ہیئت اور زیچ دانی اور علم و صنعت آلات رصد مین بے مثل تھے اونہین سے وہ سب علوم سیکھے تھے۔ علم ریاضی گویا ہمارا خاندانی علم ہو گیا تہا۔

کتاب بینی کا اسقدر شوق تہا کہ اونکے بہت بڑے کتبخانہ کی کوئی کتاب کسی قسم کی اور کسی فن کی ایسی نہ تھی جو اونکی نظر سے نہ گذری ہو۔ اونکا دستور تہا کہ جو نئی کتاب آتی تھی یا لی جاتی تھی جبتک کہ وہ نہ پڑھ لین کتب خانہ مین داخل نہوتی تھی۔ اونکے کتبخانہ کی

کتابونکی بڑی شناخت یہہ تہی کہ اونپر کسی نہ کسی جگہہ اونکے ہاتہہ کا لکھا ہوا کچہہ نکچہہ ضرور ہوتا تہا حاشیہ ہو یا کسی لغت کے معنی ہون یا کسی مسئلہ کی تحقیق ہو۔

کوئی نہین جانتا تہا کہ وہ انگریزی بہی جانتے تہے مگر اونکے کتبخانہ کی انگریزی کتابون پر بہی کسی لفظ کے معنی لکھے ہوے اونکے ہاتہہ کے پایے جاتے تہے اور نیز بعض اور وجوہ سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ اونکو کسی نہ کسی قدر انگریزی آتی تہی کم سے کم یہہ کہ بول لیتے اور پڑھ لیتے تہے۔

اونکے تصنیف کیے ہوے متعدد چہوٹے چہوٹے رسالے علم ہیئت اور آلات رصد مین تہے جو غدر مین ضائع ہو گئے۔ مگر اونکے تصنیف کیے ہوے اور اونکے ہاتہہ کے لکھے ہوے تین رسالے ایک صنعت اصطرلاب کا دوسرا صنعت پرکار متناسبہ کا اور تیسرا اعمال پرکار متناسبہ کا بعنایت وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر سی۔ آئی۔ ای وزیر اعظم ریاست پٹیالہ ہمکو دستیاب ہوے ہین جنکو ہم نے کتبخانہ مدرستہ العلوم مین داخل کر دیا ہے۔ خدا کرے صدہا سال تک اوس کتبخانہ مین محفوظ رہین۔

نواب دبیر الدولہ کی مجلس ایسی مؤدب اور شایستہ ہوتی تہی کہ جس مین جا کر ایک عظمت و شان معلوم ہوتی تہی۔ تمام لوگ نہایت ادب اور شایستگی سے خاموش بیٹہے ہوا کرتے تہے کوئی فضول بات بجز کام کی باتون کے یا کسی علمی مسئلہ کے اور بعض فقہ و تصوف کے مسائل کے اور کچہہ ذکر نہین ہوتا تہا۔ بخشی الممالک بخشی محمود خان بہی جو مثل ہزار داستان کے گویا اور نہایت خوش مزاج اور ظریف شخص تہے وہ بہی اونکی مجلس مین نہایت مؤدب رہتے تہے

اور کہتے تہے کہ مین ہندوستان مین نواب دبیرالدولہ کو نہایت ادب کے لائق سمجہتا ہون
مگر اونکے بیٹون کے ساتھہ دوستانہ ملاقات رکہتے تہے اور اکثر آیا کرتے تہے اور ہروقت
ظرافت آمیز باتین کیا کرتے تہے ۔

بخشی محمود خان ایرانی نژاد تہے ۔ اونکی زبان سے ہندوستانی لفظون کا جس مین
ٹ اور ڈ ہوتی تلفظ نہین ہوسکتا تہا ۔ جب بخشی محمود خان آتے تو اکثر ہم لڑکون کو
جو بوے اور نواسے نواب دبیرالدولہ کے تہے اور مکتب مین پڑہتے تہے بلواتے اور ٹوپی ٹوپی
کی شرط بد کر کسی فارسی لفظ کے تلفظ کی فرمایش کرتے ۔ جب وہ پوری طرح پر تلفظ نہوتا
تو اوس لڑکے کی ٹوپی لے لیتے لڑکے بہی اونسے ہندوستانی لفظونکی فرمایش کرتے
ٹٹو بہر دو تا ے ثقیل کا تلفظ اون سے نہین ہوسکتا تہا ہمیشہ تتو یا لتا کہتے تہے ۔ لڑکے
شرط جیت جاتے اور اونکی ٹوپی لے لیتے اور جبتک وہ لڑکونکی ٹوپیان ندیتے لڑکے
بہی اونکی ٹوپی ندیتے ۔ غرضکہ بخشی محمود خان نہایت خوش مزاج اور ظریف آدمی تہے ۔
بادشاہ کے دربار مین نہایت خوش بیانی سے جہوٹے سچے قصے بیان کرتے تہے ۔
جب بادشاہ اونسے ہمکلام ہوتے تہے تو ایسے مسرور ہوجاتے تہے کہ کسی دوسرے
کو کلام کرنے کا موقع نہ ملتا تہا ۔ باایں ہمہ نواب دبیرالدولہ کی مجلس مین نہایت ہی ساکت
اور مودب رہتے تہے ۔

نواب دبیرالدولہ کا معمول تہا کہ صبح کا کہانا محلسرا مین جاکر کہاتے تہے ۔ ایک بہت بڑے
نعمت خانے مین بہت وسیع دسترخوان بچہا ہوا ہوتا تہا اور کل بیٹے اور بیٹیان اور پوتے

اور پوتیان ۔ نواسے اور نواسیان اور بیٹون کی بیویان اورچہوٹے و بڑے سب اونکی ساتہہ کہاتے تہے ۔ چہوٹے بچون کے آگے خالی کابیان ہوتی تہین اور وہ ہرایک سے پوچہتے تہے کہ کونسی چیز کہاؤگے ۔ جب وہ بتاتا تو اوسکے آگے خالی کابی مین اپنے ہاتہہ سے وہی چیز چمچہ سے اوٹہاکر بقدر مناسب عنایت فرماتے تہے ۔ تمام لڑکے نہایت ادب و صفائی سے اونکے ساتہہ کہانا کہاتے تہے ۔ بڑی احتیاط رہتی تہی کہ کوئی چیز گرنے نپاوے اور زیادہ ہاتہہ کہانے مین بہرنے نپاوین ۔ نوالہ چبانے کی آواز مُنہ سے نکلنے نپاوے ۔

رات کا کہانا وہ باہر دیوانخانے مین کہاتے تہے ۔ زنانہ ہوجاتا تہا ۔ اونکی بڑی بیٹی یعنی راقم کی والدہ اور چہوٹی بیٹی فخرالنسا بیگم کہانا کہلاتی جاتی تہین ۔

یہہ بہی دستور تہا کہ شام کو چراغ جلنے کے بعد اونکے پوتے اور نواسے جو مکتب مین پڑہتے تہے سبق سنانے جاتے تہے ۔ اونکے مسند کے آگے دو سفید رنگ کے شیشے کی فانوسین جو مرذنگین کہلاتی ہین موم بتی سے روشن ہوئی رکہی رہتی تہین اور اونکے سامنے لڑکے بیٹہتے تہے ۔ اول مشکل یہ تہی کہ نہایت سفید چاندنی کا فرش بچہا ہوا ہوتا تہا لڑکے اپنے پانون نہایت صاف رکہتے تہے اس خوف سے کہ کہین چاندنی پر دہبہ نہ لگ جاوے اگر اتفاق سے کسی لڑکے کے پانون کا دہبہ لگ گیا تو نہایت خفگی سے اوسکو بہگا دیتے تہے کہ ارے کتنے کیسے پانون کیون کہتا ہے ۔ دوسری مشکل یہ تہی کہ کپڑے پر کسی قسم کا دہبہ یا روشنائی گری ہوئی نہو ۔ اگر اوسی وقت دوسرے

سفید کپڑے پہنکر جاتے تو ناراض ہوتے اور کہتے کہ کیا تو چاروں کیسے کپڑے پہنے ہوے تہا کہ بدلکر آیا ہے"۔

سب لڑکے باری باری سے سبق سُناتے اور جسکا سبق اچہا یاد ہوتا اوسکو کسی قسم کی نفیس مٹھائی اکثر بادام کی خانہ ساز لوزاتین ملتی تہین اور جسکو یاد نہوتا تہا اوسکو نہین دیجاتی تہین اور گہڑک دیتے تہے۔ نہایت سخت اور خفگی کا لفظ جو اونکی زبان سے کسی کی نسبت نکلتا تہا وہ لفظ "بے پیر" تہا۔

راقم جس زمانہ مین بوستان پڑہتا تہا حسب دستور سبق سنانے گیا اوس سبق مین یہ شعر بہی تہا۔

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی		وزان نیست مر طمعان را بہی	

پہلے مصرعہ کا مین نے ترجمہ کیا کہ "طمع کے تین حرف تینون خالی" انہون نے کہا "دہو نہہ" مین سمجہا کہ مین نے غلط پڑہا۔ پہر غور کیا۔ پہر وہی معنی کہے۔ انہون نے پہر ٹوکا۔ تیسری دفعہ بہی وہی معنی کہے۔ وہ خفا ہوے اور کہا "بے پیر سبق یاد نہین کرتا" نہ کچہہ بتایا اور نہ مجہکو کچہہ دیا جس قدر مجکو رنج ہوا اور برابر آنسو آنکہون سے جاری ہوے وہ ابتک مجکو یاد ہے۔ بہت دیر کے بعد مین سمجہا کہ راست کے معنی مین نے نہین کہے تہے۔ ہمارے بہائیون نے ہمکو اور رچڑایا اور کہا کہ "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد"۔

نواب دبیر الدولہ در حقیقت حکیم مشرب یا صوفی مذہب تہے کسی زمانہ مین مرگ ناشاد

سکے جو نہایت معزز چیلے رسول شاہ جی کے تھے مرید ہوے تھے۔ رسول شاہیون
کے جو مرید تھے اونکو خواہ مخواہ یہ ضرور نہ تھا کہ تجرد اختیار کرین اور ڈاڑہی مونچھہ کا صفایا
کردین بلکہ وہ بہی اونکے مریدون مین داخل تھے جو تاہل کرتے تھے اور دنیادارون کیسی
زندگی بسر کرتے تھے۔ یہی حال نواب دبیر الدولہ کا تہا۔ مگر دو برس قبل اپنی وفات کے
اونکو خیال ہوا کہ ایک دفعہ تو اپنے مرشد کے طریقہ مین پورے طور پر داخل ہونا چاہیے
حجام جو حاضر ہوا اوس سے کہا کہ ڈاڑہی مونچھہ کا صفایا کردے اوس نے اوس
نورانی اور نہایت خوبصورت ڈاڑہی اور مونچھون کو مونڈ دیا شہر مین اسکا بڑا چرچا ہوا
اور لوگون نے نہایت تعجب کیا۔ مگر اونکو اسکی پروانہ تہی۔ ایک دفعہ کے سوا پہر ڈاڑہی
مونچھہ کا صفایا نہین کیا۔ اور جب انتقال ہوا ہے تو ڈاڑہی کسی قدر بڑی ہوگئی تہی۔
نواب دبیر الدولہ کے ذکر کے ساتھہ اونکے نہایت قدیم اور پرانے دیوان لالہ
ملوک چند کا ذکر نہ کرنا نہایت ناانصافی ہوگی۔ یہ اونکے بہت قدیم دیوان تھے اور
نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ تھے۔ نواب دبیر الدولہ کے مزاج مین بہی کسی قدر دخل تہا او
وقت بیوقت ہر ایک بات عرض کرسکتے تھے۔ نواب ممدوح بہی اونکو بہت عزیز رکہتے
تھے۔ قبل انتقال جب نواب صاحب نے اپنی جایداد تقسیم کی تو جسقدر روپیہ اپنے
بہائیون کو دیا اوسی قدر اس قدیم ملازم کو بہی دیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد
لالہ ملوک چند تا روز مرگ نواب زین العابدین خان کے ملازم رہے۔ باوجودیکہ اونکے
بیٹون کو بہت عروج ہوگیا تہا مگر انہون نے اپنی قدیم ملازمت کو نہین چہوڑا تہا۔

دبیرالدولہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام خواجہ وحیدالدین احمد اور چھوٹے کا نام خواجہ زین العابدین خان تہا۔ جب مرزا جہانگیر کا الہ آباد مین انتقال ہوا اور وہ زمانہ نواب دبیرالدولہ کی وزارت کا تہا تو مرزا جہانگیر کی لاش الہ آباد سے دلی مین لانیکو خواجہ وحیدالدین احمد تجویز ہوے۔ وہ الہ آباد گیے اور مرزا جہانگیر کی لاش وہان سے لے آیے اور متصل مزار حضرت سلطان نظام الدین مدفون ہوے۔

اس وجہ سے نواب ممتاز محل کو وحیدالدین احمد خان پر حد سے زیادہ مہربانی ہوگئی۔ اور کہا کرتی تہین کہ وحیدالدین خان کو مرزا جہانگیر کے برابر سمجہتی ہون، اور مرزا تیمور شاہ جو ایک صغیر سن بیٹے مرزا جہانگیر کے تہے اونکی گود مین دیا اور مرزا تیمور شاہ کی سرکار بجاے مرزا جہانگیر کی سرکار کے نہایت شان و شوکت سے قائم ہوی اور وحیدالدین خان اوسکے مختار کل مقرر ہوے اور مختارالدولہ کا اونکو خطاب ہوا۔ یہہ واقعہ سنہ ۱۲۳۸ ہجری مطابق سنہ ۱۸۲۲ع کا ہے۔ مگر اوس وقت نواب دبیرالدولہ بدستور وزیر تہے۔

اوسکے بعد نواب دبیرالدولہ نے استعفا دیا اور بہت سے انقلابات سرکار بادشاہی مین ہوے۔ مگر جو عروج اور رسوخ نواب مختارالدولہ کو سرکار تیمور شاہ اور نواب ممتاز محل مین تہا اوس مین کچہہ فرق نہین ہوا۔ نواب ممتاز محل کے انتقال کے برس ڈیڑہ برس پہلے کسی بات سے ناراض ہوکر لکہنؤ چلے گیے۔ جبکہ نواب علی نقی خان نائب تہے۔ چند سال وہان بہی نہایت عروج سے رہے۔ پہر وہان سے واپس آیے اور دلی مین رہنے لگے جب غدر سنہ ۱۸۵۷ع کے بعد دلی فتح ہوی تو حیلیون کے کوچہ مین بعض لوگون نے فوج انگریزی

سی کچہہ فساد کیا۔ سپاہی مکان مین گہس پڑے اور نواب مختار الدولہ کے مکان مین بہی جسکا ایک دروازہ چیلون کے کوچہ کیطرف تہا گہس آیے۔ اوسوقت نواب وحید الدین خان جو ضعیف ہوگیے تہے نماز عصر پڑہ رہے تہے۔ کسی سپاہی نے عین نماز کی حالت مین اونکے گولی ماری اور اونکا انتقال ہوگیا۔

خواجہ زین العابدین احمد اونکے چہوٹے بیٹے نے اپنی تمام زندگی نہایت خوبی اور امیری سے بسر کی اپنے والد کے مرنے کے بعد انہون نے اپنے والد کا خطاب حاصل کرنیکی کچہہ پروانہ کی مگر سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۶ع کے بہادر شاہ نے اونکو دبیر الدولہ خواجہ زین العابدین احمد خان بہادر مصلح جنگ کا خطاب عطا کیا اور قبل غدر ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ع مطابق سنہ ۱۲۷۳ ہجری کے اونکا انتقال ہوا۔

اونکی زندگی عجیب مختلف شوقون مین بسر ہوی ہے۔ زمانۂ تعلیم کے گذرنے پر اونہون نے اپنے باپ سے علم ہیئت اور ریاضیات کو پورے طور پر پڑہنے کے بعد اونکو گانے اور بین بجانیکا شوق ہوا اور یہہ شوق کسی نہ کسی قدر اخیر عمر تک رہا۔

بین جو ایک نہایت عجیب اور عمدہ باجا ہندوستان کا ہے اوسکو خود اپنے ہاتہہ سے بناتے تہے اور اوسکے تونبون اور ٹہاٹہہ مین ایسی ایجادین کین تہین کہ لوگ متعجب ہوگیے تہے۔ ٹہاٹ کے پردون کے مقامات کی جنسے سُر پیدا ہوتے ہین ہندسی قاعدہ سے نسبتین نکالی تہین اور اونہین نسبتون سے ڈنڈی کو تقسیم کرکے پردے بٹہادیتے تہے۔ بین مین ٹہاٹ کے پردے موم سے جمایے جاتے تہے۔ جب انہون نے

اوسکی نسبتین نکالین تو بیتل کی کمانیون سے اونکو مقامات معین پر کس دیتے تھے ۔ یہ ایک ایسی ایجاد تھی کہ اگر یورپ کے کسی باجے مین اس قسم کی ایجاد ہوتی تو شاید ہمیشہ کو اوسکا یہ کمال یاد رہتا ۔ ایک زمانہ ایسا آتا تھا کہ اونکو بجز ان چیزون کے شغل کے اور طرف توجہ نہین ہوتی تھی ۔ بڑے بڑے نامی گویے دھرپت و خیال گانیوالے نوکر ہین بین تیار ہو رہی ہین میرزا ناصر احمد جو مشہور بین بجانیوالے ہمت خان اور راگ رس خان کے نواسون مین سے تھے مگر اونکے باپ نہایت صحیح النسب سید تھے وہ آتے ہین اور بین بجتی ہی اور بین بجانے کے فن کے کمال کو دکھایا جاتا ہے ۔

اوس زمانے کی بعض مجلسین بہی قابل یادگار ہین خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے جانشین ہر مہینے کی چوبیسوین کو رات کے وقت ایک جلسہ درویشانہ کیا کرتے تھے ۔ اوسمین بڑے بڑے گویے آتے تھے ۔ دھرپت و خیال گاتے تھے اور میرزا ناصر احمد بین بجاتے تھے ۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ جاتے تھے ۔ راقم بہی بہت دفعہ اونکے ساتھ اون جلسون مین گیا ہے ۔ خواجہ محمد نصیر صاحب جو نہایت بزرگ و مقدس تھے اوس زمانہ مین سجادہ نشین تھے ۔

اور ایک جلسہ مگر اس جلسہ سے مختلف قسم کا ہر مہینے کی سترہوین کو ہوا کرتا تھا ۔ راے پران کشن ایک معزز رئیس اور نہایت ہی ضعدار اور دولتمند تھے اور اوسی زمانہ مین ایک طوائف جو نہایت خوش آواز اور دھرپت و خیال گانے اور بین بجانے مین بے مثل تھی اوسکا نام جِنّا تھا ۔ اوسنے اپنا تمام پیشہ چھوڑ دیا تھا اور راے پران کشن کے گھر مین

پڑگئی تھی۔ اوسکی خاطر سے وہ ہر مہینہ کی سترہوین کو ایک جلسہ کیا کرتے تھے۔
مکان نہایت عمدہ فرش و فروش سے آراستہ ہوتا تھا۔ شیشہ آلات سے جو اُس
زمانہ مین مروج تھے بہت ہی عمدگی اور خوبصورتی سے سجایا جاتا تھا۔ شہر کے رئیس خصوصًا
وہ جنسے راے پران کشن سے دوستی تھی بلالیے جاتے تھے۔ بڑے بڑے گویے
اور بہادر خان ستارن جو ستار بجانے مین بے مثل تھا اور میر ناصر احمد جو بین بجانے مین اپنا مثل
نہین رکھتے تھے سب جمع ہوتے تھے۔
بی جنّت کے لیے صدر کے مقابل بائین سمت مین مسند تکیہ لگتا تھا اور لوگ اونکے
آنیکا انتظار کرتے تھے۔ جب وہ کوٹھے پر سے اوترتین اور اونکے پانون کے
زیور کی آواز آتی تو لوگ زیادہ مشتاق ہوتے تھے۔ وہ نہایت متانت اور غرور
سے آکر مسند پر بیٹھتی تھین۔ اول وہ ہر تب خیال گاتی تھین اور پھر بین بجاتی تھین اور
پھر اوٹھکر کوٹھے پر چلی جاتی تھین۔ لوگ اونکے گانے بجانے کی نہایت تعریف
کرتے تھے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ اس جلسہ مین جاتے تھے راقم بھی متعدد دفعہ
اونکے ساتھ ان جلسون مین گیا ہے۔
کبھی اون کو فن ریاضی سے شوق ہوتا تھا۔ دن رات بجز آلات رصد کے بنانے
اور کواکب کے رصد کرنے کے اور کوئی شغل نہ تھا۔ جو کہ خود بہت بڑے دستکار تھے
تمام آلات رصد اپنے ہاتھ سے بناتے تھے۔ نہایت بڑے قطر کا برنجی کرہ اور برنجی
اصطرلاب اپنے ہاتھ سے ایسا عمدہ بنایا تھا جو عجائب روزگار سے تھا۔

اسکے سوا بہت سے آلات مثل ذات الحلقتین اور ذات الحلق۔ ربع مجیب ربع مقنطر ہلزون۔ جریب المساحۃ۔ مقیاس الساعۃ افقی و آفاقی۔ پرکار تقسیم۔ پرکار متناسبہ اور اسیطرح جر ثقیل کے آلات اور آلات رصد برجندی کے تمام نمونے خود اونکے ہاتھہ کے بنائے ہوئے تہے۔ اونکا وہ کمرہ جسمین یہہ آلات رکہے جاتے تہے ایک رصد خانہ معلوم ہوتا تہا۔

کسی زمانہ مین اونکو تینگ بازی کا شوق ہوتا تہا۔ اوس زمانہ مین بجز اوسکے اور کسی چیز کا چرچا نہ رہتا۔ اپنے ہاتہہ سے تینگ بناتے تہے اور خود لڑاتے تہے تینگ بنانے کو بہی انہون نے ایک علمی چیز کر دیا تہا۔ اور ایک رسالہ صنعت تینگ مین لکہا تہا اور اقلیدس کیطرح اوسکی شکلین اور اوسکی نسبتین قائم کی تہین اور اونکی ہر ایک قسم کی خاصیتین لکہی تہین کہ فلان قسم کا تینگ اتنی دور جا کر یہہ کام کریگا اور فلان قسم کا وہ کام کریگا مگر افسوس ہے کہ وہ رسالہ غدر مین ضائع ہو گیا۔

کسی زمانہ مین اونکو تیر اندازی کا شوق ہوتا تو بجز تیر اندازی اور کمانون اور تیرون کے بننے اور سہ پہر کو تیر اندازی کے جلسون کے اور کچہہ نہوتا تہا۔ مگر وہ جلسے ایسے نہین ہین جنکی خوبی اور عمدگی اور شان کو اور اون امرا اور سلاطین کے تزک کو جو تیر اندازی کے جلسون مین آتے تہے بیان کیا جا سکے۔

تیر اندازی کا فن انہون نے سید محمد متقی خان راقم کے والد سے جو اس فن مین بینظیر تہے سیکہا تہا اور اوسمین ایسا کمال پیدا کیا تہا کہ خود اپنے ہاتہہ سے کمانین اور

ہر قسم کے تیر بنانے سے اونکی ہاتہہ کی بنائی ہوی کمانین کشمیر کی بنی ہوی کمانون سے زیادہ عمدہ
سمجھی جاتی تہین ۔ بڑی خوبی اون کمانون مین یہ تہی کہ برسات مین رخ نکرتی تہین ۔
تیراندازی کے لیے گہر مین تودہ تیار ہوتا تہا اور تیسرے پہر کو شہر کے اکثر امرا اور رئیس
اور بعض سلاطین جمع ہوتے تہے اور نہایت نفیس جلسہ ہر روز ہوا کرتا تہا اور جو صنعت
اور خوبی تیراندازی کی ظاہر ہوتی تہی وہ دیکھنے سے تعلق رکہتی تہی ۔ اوس زمانہ مین آیا سنگہہ
ایک تیرانداز تہا جو نہایت کڑی کمان کہینچتا تہا ۔ مگر جب اون لوگون کا جو اوس سے نرم
کمان کہینچتے تہے تیر زیادہ تودہ مین کارگر ہوتا تہا تو بڑا لطف ہوتا تہا ۔ اوس زمانہ مین
ایک پیر مرد مسلمان تہے ۔ اونکو تیراندازی کا بڑا شوق تہا ۔ میر الا اللہ اونکا نام پڑگیا تہا
کیونکہ وہ تیر لگاتے وقت الا اللہ کہا کرتے تہے ۔ وہ غریب آدمی تہے ۔ سامان تیراندازی
کا اونکو نواب زین العابدین خان دیتے تہے ۔ وہ تیر لگانا بہی اچہا نہین جانتے تہے ۔ مگر
تیراندازی کی مجلس مین وہ سب لوگون کو ہنسانے اور خوش کرنیوالے تہے ۔ ایک ذی عزت
ہندو مرصع ساز کو بہی تیراندازی کا بہت شوق تہا ۔ اور تیر لگاتے وقت اللہ غنی کہتا تہا ۔
اوسکا نام "اللہ غنی" ہی پڑگیا تہا ۔ ان باتون کے لکہنے سے ہمارا مطلب یہہ ہے
کہ پڑہنے والون کو معلوم ہو کہ اوس زمانہ مین کیسی عمدہ صحبتین تہین ۔ اب وہ سب خواب و خیال ہین
آخر عمر مین ان سب چیزون کا شوق نہین رہا تہا ۔ کبہی کبہی کسی کو اور خصوصاً خواجہ
ہاشم علیخان اپنے بیٹے کو جو نہایت ذہین اور لائق اور نیکی اور سعادتمندی مین فرشتہ خصلت
تہے ریاضیات مین سے کسی کتاب کا سبق پڑہا دیتے تہے ۔

خواجہ فریدالدین احمد کی تین بیٹیان تہین ایک عزیزالنسا بیگم والدہ راقم کی دوسری فاطمہ بیگم اور تیسری فخرالنسا بیگم۔

عزیزالنسا بیگم نہایت لائق وذہین۔ قدرتی نہایت عالی دماغ تہین۔ وہ صرف قران مجید پڑہی ہوی تہین اور کسی زمانہ مین فارسی کی بہی کچہہ ابتدائی کتابین پڑہی تہین مین نے خود گلستان کے چند سبق اونسے پڑہے ہین اور اکثر ابتدائی فارسی کتابون کے سبق اونکو سنائے ہین۔ مجکو خوب یاد ہے کہ جب مین اونکو سبق سناتا یا نئے سبق کا مطالعہ اونکے پاس بیٹھکر دیکھتا تو وہ سوت کی گوندہی ہوی تین لڑین ایک لکڑی مین بندہی ہوی میری تنبیہ کو اپنے پاس رکھہ لیتی تہین۔ اگرچہ وہ خفا تو کئی دفعہ ہوی ہونگی مگر اون سوت کی لڑون سے مجہے کبہی مار نہین پڑی۔

اونکی تعلیم اور اونکی نصیحتین نہایت ہی حکیمانہ اور دل پر اثر کرنیوالی تہین۔ مجکو یاد ہے کہ ایک شخص نے جسکے ساتہہ مین نے نیکی کی تہی۔ میرے ساتہہ نہایت بدی کی اور تمام وجہ ثبوت جس سے اوسکو فوجداری عدالت سے کافی سزا مل سکتی تہی میرے ہاتہہ آگئی میرے نفس نے مجکو بہکایا اور انتقام لینے پر آمادہ کیا میری والدہ مرحومہ نے یہ خبر سنکر مجہہ سے کہا کہ اگر تم اوسکو معاف کر دو تو اس سے عمدہ کوئی کام نہین ہے۔ اگر تمکو اوسکی بدی کی حاکم سے سزا دلوانی ہے تو نہایت نادانی ہے کہ اوس قوی اور زبردست احکم الحاکمین کے چنگل سے جو ہر ایک کے اعمال کی سزا دینے والا ہے اپنے دشمن کو چہوڑا کر ضعیف وناتوان دنیا کے حاکمون کے ہاتہہ ڈالنا چاہو پس اگر دشمنی اور انتقام ہی منظور ہے تو قوی حاکم کے

ساتھ مین اوسکو رہنے دو - اس نصیحت کا میرے دل پر ایسا اثر ہے کہ کبھی دو ونہین ہوا
اور نہوگا - اور جب سے میرے دل مین کسی شخص سے گو اوسنے میرے ساتھ کیسی ہی
دشمنی کی ہو انتقام لینے کا خیال تک نہین آیا - بلکہ اونکی نصیحت پر غور کرنے سے میرے
دل مین یہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ اب مین یہہ بھی نہین چاہتا کہ آخرت مین خدا بھی
اوس سے میرا بدلہ لے -

جس زمانہ مین میری عمر گیارہ بارہ برس کی تھی مین نے ایک نوکر کو جو بہت پرانا
اور بڈہا تھا کسی بات پر تھپڑ مارا - جس وقت میری والدہ کو خبر ہوی اور تھوڑی دیر کے بعد
مین گھر مین گیا تو میری والدہ نے ناراض ہوکر کہا کہ دور اسکو گھر سے نکال دو جہان اسکا
دل چاہے چلا جاوے - یہہ گھر مین رہنے کے لائق نہین رہا - چنانچہ ایک ماما میرا ہاتھ پکڑ کر
گھر سے باہر لے گئی اور باہر سڑک پر چھوڑ دیا - اوسی وقت ایک ماما دوسرے گھر سے یعنی میری
خالہ کے گھر سے جو قریب تھا نکلی اور مجھکو میری خالہ کے گھر مین لے گئی - میری خالہ نے
کہا کہ دور دیکھو تمہاری والدہ تم سے کسقدر ناراض اور غصہ ہین اور اس سبب سے جو تمکو گھر
مین رکھیگا اوس سے بھی خفا ہونگی - مگر مین تمکو چھپا رکھتی ہون ،، اور کوٹھے پر کے ایک
مکان مین مجھکو چھپا دیا - تین دن تک مین اوس کوٹھے پر چھپا رہا - میری خالہ میرے سامنے
نوکرون اور میری بہنون کو کہتی تہین کہ دیکھنا آپا جی یعنی میری والدہ کو خبر نہو کہ یہان چھپے
ہوے ہین ،، تین دن بعد میری خالہ جنکو مین آپا جان کہا کرتا تھا میری والدہ کے پاس قصور
معاف کرانیکے واسطے لے گئین - انہون نے کہا کہ اگر اوس نوکر سے قصور معاف

کرایے تو مین معاف کر دونگی - وہ نوکر ڈیوڑہی پر بلایا گیا مین نے اوسکے آگے ہاتہہ
جوڑے جب تقصیر معاف ہوی - بلاشبہہ ایک اچھی ماں ہزار اوستادون سے بہتر ہے
اونکی چند خاص عادتون مین سے ایک یہہ امر تہا کہ لاوارث بڑہیا عورتونکی ہمیشہ خبر گیری
کرتی تہین - زنانہ مکان کے باہر بطور جلوخانہ کے ایک میدان تہا اور اوسکے ایکطرف
متعدد کوٹہریان اور یکدرے ملازمونکے رہنے کے لیے بنے ہوے تہے غریب اور لاوارث
بڑہیا عورتون کو اوس مین رکہتی تہین - منجملہ اونکے ایک لاوارث بڑہیا مسماۃ زیبا تہی
اتفاق سے ایک زمانہ مین میری والدہ بہی بیمار ہوئین اور زیبا بہی بیمار ہوی بیماری بہی
قریب قریب ایک ہی تہی - جو دوا اونکے لیے تیار ہوتی تہی اوسی مین سے زیبا کو بہی ملاتی
تہین - دونون کو صحت ہوگئی - مگر حکیم معالج نے میری والدہ کے لیے ایک نسخہ
معجون کا جو قیمتی تہا تجویز کیا جسقدر تیار ہوا وہ مقدار مین ایک ہی شخص کے لیے چند روز
تک کہانے کے لائق تہا - مین اوس زمانہ مین دہلی مین منصف تہا - مین اوس معجون
کو تیار کرکے لیگیا اور کہا کہ یہہ اتنے دنونکی خوراک ہے اسکو استعمال فرمائیے - انہون
نے اوسکو لے لیا اور اس خیال سے کہ وہ معجون زیبا کے لیے بہی ایسی ہی مفید ہوگی
جیسی کہ مجکو اور اون کو یقین نہ تہا کہ زیبا کے لیے بہی ایسی معجون تیار کردی جاویگی - اسلیے
خود انہون نے اوس معجون کو نہین کہایا اور خفیہ خفیہ زیبا کو کہلایا اور اوس معجون سے
زیبا کی صحت مین بہت ترقی ہوئی اوسی کے ساتہہ اونکی صحت مین بہی زیادہ ترقی ہوگئی - چند روز بعد مین نے
اونسے کہا کہ اوس معجون نے آپکو بہت فائدہ کیا وہ ہنسین اور کہا تمہارے نزدیک بغیر دوا کے خدا صحت

نہین دیتا۔ مین متعجب ہوا۔ اوسوقت معلوم ہوا کہ وہ معجون اونکے عوض زینب نے کہائی اور خدا نے دونون کو صحت عطا کی۔ ایک کو بحیلہ دوا کے اور ایک کو محض اپنے فضل وکرم سے۔

اون کا دستور تہا کہ جو کچہہ گہر مین آتا روپیہ پیسہ۔ گانون کا یا ملکون کا غلہ مکانون کا کرایہ۔ تنخواہ قلعہ کی۔ باغون کا میوہ سب مین سے بحساب پانچ فیصدی کے خدا کے نام پر علیحدہ کر دیتی تہین۔ اپنی بہنون اور بہانجیون پر بہی تاکید تہی کہ اسیطرح پانچ فیصدی کے حساب سے خدا کی راہ پر دیا کرین اور جسقدر روپیہ اسطرح پر جمع ہوتا اوسکو نہایت عمدگی اور خوبی اور ایک انتظام سے خیرات مین صرف کرتین۔

اس طرح پر اونکے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہو جاتا تہا۔ اور اوس مین سے غریب پردہ نشین عورتونکی جو معاش سے تنگ ہوتین امداد کرتین۔ غریب عورتونکی جوان لڑکیون کے نکاح کو دیتی تہین اور اسطرح پر بہت سی ان لڑکیون کا اونکی امداد سے نکاح ہوا ہے۔ نوکری پیشہ یا غریب اور مفلس خاندانونکی جوان لڑکیان جو بیوہ ہو جاتی تہین اونکا دوسرا نکاح کر دینے کی نصیحت کرتین اور اونکے نکاح کر دینے کو روپیہ سے امداد کرتین۔ وہ عموماً لوگون کو سمجہاتین کہ نکاح ثانی نکرنا دوسری چیز ہے۔ مگر نکاح ثانی کو معیوب سمجہنا یا جسنے نکاح ثانی کیا ہے اوسکو حقیر و ذلیل سمجہنا سخت گناہ ہے۔

غریب رشتہ دارون کے گہر مین جاتین اور خفیہ طور پر یا کسی حیلہ سے اونکی امداد کرتین۔ بعض رشتہ دار ایسے بہی تہے کہ انہون ایسی عورتون سے شادی کر لی تہی جنسے

ملنا لوگ معیوب سمجھتے تھے - مگر اونکا قول تھا کہ خدا کے حکم سے صلہ رحم سب پر مقدم ہے وہ خود اونکے گہر جاتین اور اونکی اولاد کے ساتھہ شفقت سے پیش آتین اور اونکے ساتھہ سلوک کرتین -

اونکو ہر ایک بات مین خدا پر بہت توکل تھا وہ یہہ کہا کرتی تھین کہ ،،دوکھہ بیماری مین علاج کرنا - دوا دینا صرف ایک حیلہ ہے - شفا دینے والا خدا ہے - اگر دوا اور حکیمون کے علاج سے لوگ مرا نہ کرتے تو تب لوگ خدا کو بھول جاتے ،، وہ کہتی تھین کہ ،، اگر سیتلا کے پوجنے سے لڑکیان لڑکے سیتلا کی بیماری سے نہ مرتے تو تمام دنیا بجز اونکے جنکو خدا بچاتا کافر ہو جاتی ،، -

کبھی کوئی منت و نذر و نیاز کسی امر کے لیے انہون نے نہین مانی - گنڈے تعویذ پر اور تاریخون یا دنون کی سعادت و نحوست پر اونکو مطلق اعتقاد نہ تھا - لیکن اگر کوئی کرتا تو اوسکو منع نہ کرتین اور کہتین کہ اگر اون لوگون کو اس سے منع کیا جاوے اور نہ کرنے دیا جاوے اور اتفاق سے وہ امر پیش آجاوے جسکے خوف سے وہ گنڈہ تعویذ کرتے ہین یا سعادت و نحوست دیکھتے ہین تو اونکے ایمان مین زیادہ خلل آجاویگا اور وہ یقین کرینگے کہ ایسا نہ کرنے سے یہہ ہوا اور اگر ایسا کیا جاتا تو یہہ نہوتا - اونکا قول تھا کہ ،،ہر بات کے لیے صرف خدا سے دعا کی جاوے پھر وہ جو چاہیگا وہ کریگا -

وہ کہتی تھین کہ ،،مصیبتین جو انسانون پر پڑتی ہین اوس مین بھی خدا کی کچھہ حکمت ہوتی ہے مگر بندے اوس حکمت کو نہین سمجھہ سکتے ،، -

میری ننہیال کو شاہ عبدالعزیز سے اور اونکے خاندان سے بہت عقیدت تھی مگر میری والدہ کو حضرت شاہ غلام علی سے بیعت و عقیدت تھی اور شاہ صاحب کے ہان اس قسم کی باتون کا پتہ بہی نہ تہا۔ اونکی عادت تہی کہ جب کوئی اونکے پاس کوئی حاجت لیجاتا تو وہ اوسیوقت ہاتہہ اوٹہاتے اور سب حاضرین سے کہتے کہ "دعا کرو کہ خدا اسکی آرزو پوری کرے،،۔ یہی عقیدہ میری والدہ کو بہی مستحکم تہا۔

میری ننہیال کے بعض لوگ توہمات مین مبتلا تہے اور شاہ عبدالعزیز کے ہان جو کچہہ ہوتا تہا اوسپر اعتقاد رکہتے تہے۔ شاہ عبدالعزیز اور اونکے خاندان کے بزرگ لڑکون کو بعض بیماریون سے محفوظ رہنے کے لیے ایک گنڈہ دیا کرتے تہے جس مین ایک تعویذ ہوتا تہا اور اوس تعویذ مین ایک حرف یا ہندسہ سفید مرغ کو ذبح کرکے اوسکے خون سے لکہا جاتا تہا اور جس لڑکے کو پہنایا جاتا تہا بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کہانے کا اوسکو امتناع ہوتا تہا۔

سید حامد اور سید محمود میرے دونون بیٹون کو بہی اونکی ننہیال والون نے وہ گنڈہ پہنایا۔ مگر میری والدہ کو یہہ خیال تہا کہ اس گنڈہ کے سبب سے انڈا یا مرغی نہ کہانا اور یہہ سمجہنا کہ اگر کہاوینگے تو کوئی آفت آویگی خدا پر ایمان رکہنے کے برخلاف ہے۔ وہ اون دونون لڑکون کو جب کبہی وہ اونکے ساتہہ کہاتے اور کوئی ایسی چیز بہی موجود ہوتی جس مین انڈا پڑا ہو یا مرغی کا سالن یا مرغ پلاؤ ہوتا تو بے تامل اونکو کہلا دیتین۔ وہ لڑکے بڑا ٹہے اور انڈا پسند کرتے تہے۔ بے تامل اونکو بلواکر کہلا دیتی تہین۔

مین جب دلی مین منصف تہا تو میری والدہ مجکو نصیحت کرتی تہین کہ جو جہان جہان تم جانا لازمی سمجہتے ہو اور ہر حالت مین تمکو وہان جانا لازمی ہوگا تو تم وہان کبہی سواری پر جایا کرو کبہی پیادہ پا۔ زمانہ کا کچہہ اعتبار نہین ہے۔ کبہی کچہہ ہے اور کبہی کچہہ۔ پس ایسی عادت رکہو کہ ہر حالت مین اوسکو نباہ سکو، چنانچہ مین نے جامع مسجد اور حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ مین جانے کا یہی طریقہ اختیار کیا تہا کہ اکثر دونون جگہہ پیدل جاتا تہا اور کبہی سواری پر۔

میرے بہائی سید محمد خان اور حکیم غلام نجف صاحب سے بہت دوستی تہی آپس مین بہائی بہائی کہتے تہے۔ مین بہی اونکو اپنے بڑے بہائی کی برابر سمجہتا تہا۔ سید محمد خان کے انتقال کے بعد جب مین دہلی مین منصف ہوکر آیا تو مین اوسی طرح حکیم غلام نجف صاحب سے ملتا تہا۔ ہفتہ مین دو روز اونکے پاس جاتا تہا اور وہ بہی وقت معین مین میرے پاس آتے تہے۔ اتفاقاً حکیم غلام نجف صاحب کچہہ ناراض ہوگیے۔ مین بدستور اونکے پاس جاتا رہا اور ملتا رہا۔ مگر اونہون نے آنا چہوڑ دیا۔ بہت دنون تک مین نے اسکا کچہہ خیال نہ کیا۔ آخر کو مین نے بہی اونکے ہان جانا بہت کم کر دیا۔ ایک دفعہ میری والدہ نے مجہہ سے کہا کہ "مین سمجہتی ہون کہ تم اب حکیم غلام نجف کے پاس بہت کم جاتے ہو اسکا کیا سبب ہے" مین نے جو بات تہی وہ کہی اونہون نے کہا وہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو تم اچہا نہین سمجہتے وہی بات تم بہی کرتے ہو۔ جہان دوستی ہے اوسکا پورا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارا فرض ہے اور اوس دوست کو دوستی کا پورا برتاؤ کرنا اوسکا

فرض ہے تم دوسری شخص کے فرض کے ادا کرنے کے کیون ذمہ وار ہوتے ہو تمکو بدستور ملنا اور اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ اس سے تمکو کیا کہ دوسرا بہی اپنا فرض ادا کرتا ہے یا نہین،،۔

اس زمانہ مین کہ میرے خیالات مذہبی محققانہ اصول پر ہین اس وقت بہی مین اپنی والدہ کے عقائد مین کوئی ایسا عقیدہ جسپر کسی قسم کے شرک یا بدعت کا اطلاق ہو سکے نہین پایا بجز ایک عقیدہ کے کہ وہ سمجھتی تہین کہ عبادت بدنی یعنی قرآن مجید پڑہ کر بخشنے کا یا فاتحہ دیکر کہانا تقسیم کرنے کا ثواب مُردے کو پہونچتا ہے۔

مین ان دونون باتون کا قائل نہین ہون۔ عبادت بدنی مین تو مین نیابت کا قائل نہین ہون اور عبادت مالی مین بہی بجز اوس صورت کی کہ متوفی اپنی زندگی مین کچہہ مال کسی کار خیر کے لیے کسی کے سپرد کر جاوے نیابت کا قائل نہین ہون تعجب ہے کہ میرا عقیدہ اس زمانہ کے وہابیون یا اہل حدیث سے بہی زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ گو وہ عبادت بدنی کے ثواب پہونچنے مین مختلف ہین مگر ہر حالت مین عبادت مالی کے ثواب پہونچنے مین سبکو اتفاق ہے۔

ایک امر جو نہایت صبر و استقلال کا اون سے ظہور مین آیا وہ نہایت ہی عجیب ہے اور بہت کم اوسکی نظیر مل سکتی ہے۔ سید محمد خان اونکے بڑے بیٹے نے سینتیس اڑتیس برس کی عمر مین انتقال کیا۔ میری والدہ اور تمام لوگ چہوٹے بڑے اونکے زمانہ بیماری مین بیمارداری اور علاج معالجہ مین مصروف تہے۔ میری والدہ ہر وقت اونکے پاس بیٹہی رہتی تہین

قریب ایک مہینہ کے وہ بیمار رہے - آخرکار ایک دن صبح کے وقت اونکا انتقال ہوگیا سب لوگ گریہ وزاری کرنے لگے - جو رنج وغم اونکو ہوا ہوگا ظاہر ہے کہ اوس سے زیادہ کسی کو نہوا ہوگا - بے اختیار اونکی آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے - لیکن اوسی حالت مین اُنھون نے کہا کہ "خدا کی مرضی" - اور وضو کرکے صبح کی نماز پڑھنے لگین اور اشراق تک مصلے پر سے نہین اوٹھین - مین اوس زمانہ مین فتحپور سیکری مین منصف تھا - اس واقعہ کے بعد مین نے دہلی مین اپنی تبدیلی کرالی -

اتفاق سے بعض رشتہ دارون کی ایک بیٹی (دختر) کی شادی اوسی زمانہ مین قرار پاچکی تھی اور صرف چار دن شادی کے باقی رہے تھے - اور وہ تمام سامان شادی کا کرچکی تھین کہ سید محمد خان کا انتقال ہوگیا اور جیسا کہ دستور ہے اون لوگون نے اس لڑکی کی شادی کو ملتوی کرنا چاہا - میری والدہ تیسرے دن اپنے بڑے بیٹے کے انتقال اور ایسے سخت صدمہ کی حالت مین خود اون رشتہ دار کے گھر مین گئین اور کہا کہ "مین تمہاری بیٹی کی شادی مین آئی ہون - تین دن سے زیادہ ماتم رکھنے کا حکم نہین ہے - شادی کے ملتوی کرنے سے تمہارا بڑا نقصان ہوگا اور جو امر کہ خدا کو منظور تھا وہ ہوچکا - تم ہرگز شادی کو ملتوی مت کرو - اور جبکہ مین خود تمہارے گھر مین آئی ہون اور شادی کی اجازت دیتی ہون تو اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے" -

اگر لوگ ان باتون پر غور کرین تو سمجھ سکتے ہین کہ میری والدہ کیسی عالی خیال - اور نیک صفات اور عمدہ اخلاق - دانشمند اور دور اندیش - فرشتہ صفت بی بی تھین اور

ایسی ماں کا ایک بیٹے پر جسکی اوسنے تربیت کی ہو کیا اثر پڑتا ہے۔

وہ مجھکو نصیحت کرتی تہین کہ ”اگر کسی نے ایک دفعہ تمہارے ساتہہ نیکی کی ہو اور پہر برائی کرے۔ یا دو دفعہ نیکی کی ہو اور دو دفعہ برائی کرے تو تمکو آزردہ نہونا چاہیے۔ کیونکہ ایک یا دو دفعہ کی نیکی اور ایک یا دو دفعہ کی برائی برابر ہو گئی۔ مگر نیکی ایسی چیز ہے کہ اوسکے بعد نیکی کرنیوالا کیسی ہی برائی کرے اوسکی نیکی کے احسان کو بہلایا نہین جا سکتا“۔

مگر افسوس ہے کہ ایسی نیک بی بی کو اخیر عمر مین تکلیف پہونچی۔ جس زمانہ مین غدر ہوا مین بجنور مین صدر امین تہا اور میری والدہ اور گہر کے لوگ اور بچے اور سب عزیز و اقارب دہلی مین۔

وہ زمانہ غدر مین لوگون سے کہتی تہین کہ ”انگریز تہوڑے دنون مین پہر آجاوینگے تم سب خاموش اپنے گہرون مین بیٹہے رہو۔ جو لوگ فساد مین شریک نہونگے انگریز اون کو کچہہ نہین کہنے کے“۔

اونکو یقین کامل تہا کہ ”انگریز بجز اونکے جنہون نے فساد کیا ہے کسی کو کچہہ تکلیف نہین دینے کے“ جب زمانہ فتح دہلی قریب ہوا اور کشمیری دروازہ فتح ہو گیا سب زن و مرد شہر سے باہر چلے گیے۔ مگر وہ اور اونکی ایک بہن جو نابینا تہین اسی یقین پر کہ انگریز بیگناہون کو نہین ستانے کے اپنے گہر سے نہین گئین۔

مگر افسوس کہ اونکا خیال غلط نکلا اور جب دہلی فتح ہوی تو سپاہی گہرون مین

گھس آئے۔ تمام گھر لوٹ لیا۔ وہ مع اپنی بہن کے حویلی کو چھوڑ کر اوس کوٹھری مین چلی آئین جس مین زینبا لاوارث بڑھیا رہتی تہی۔

آٹھہ دس دن انہون نے نہایت تکلیف سے بسر کیے۔ اس عرصہ مین راقم جو ٹونک مین گیا تہا میرٹھہ سے دہلی پہونچا اور اپنی والدہ کے پاس گیا اوس وقت تین دن سے اونکے پاس کہانے کو کچھہ نہ تہا۔ گھوڑے کا دانہ کچھہ مل گیا اوسی پر بسر تہی۔ دو دن سے پانی بہی ہو چکا تہا اور پانی کی نہایت تکلیف تہی۔

مین نے کوٹھری کا دروازہ کھٹ کھٹایا اور آواز دی۔ انہون نے دروازہ کھولا پہلا لفظ جو اونکی زبان سے نکلا یہ تہا کہ "مین تم یہان کیون آگیے یہان تو لوگون کو مارے ڈالتے ہین۔ تم چلے جاؤ ہمپر جو گذریگی۔ گذریگی"۔

مین نے کہا "آپ خاطر جمع رکہیے مجھے کوئی نہین ماریگا میری پاس سب حاکمون کی چہٹیان ہین اور مین ابہی قلعہ کے انگریزون اور دہلی کے گورنر سے ملکر آیا ہون"۔ اونکی طمانیت ہوی اور معلوم ہوا کہ دو دن سے پانی مطلق نہین پیا ہے۔

مین پانی کی تلاش کو نکلا پانی اوسطرف کہین نہین ملا۔ کنوون پر کوئی ایسی چیز نہ تہی جس سے پانی نکالا جا سکے۔ ناچار پہر قلعہ مین گیا اور وہان سے ایک صراحی پانی کی لیکر چلا۔ جب اپنے گھر کے قریب کے بازار مین پہونچا تو دیکہا کہ وہی لاوارث بڑھیا سڑک پر بیٹھی ہے اور اوسکے ہاتھہ مین مٹی کی صراحی اور آبخورہ ہے اور کسی قدر بد حواس ہے معلوم ہوا کہ وہ بہی پانی کی تلاش کو نکلی تہی۔ تہوڑی دور چلکر بیٹھہ گیی اور پہر اوٹھا نگیا

مجھکو معلوم تھا کہ وہ بھی پیاسی ہے۔ دو دن سے پانی نہین ملا۔ مین نے اوسکے آبخورہ مین پانی دیا اور کہا دو پانی پی لے، اوسنے کپکپاتے ہاتھون سے آبخورہ کا پانی صراحی مین ڈالا اور کچھہ گرا دیا۔ اور گھر کی طرف اشارہ کیا اور کچھہ کہا جسکا مطلب یہہ تھا کہ بیگم صاحب پیاسی ہین اونکے لیے پانی لیجاؤنگی اور اسی غرض سے پانی صراحی مین ڈالتی تہی۔

مین نے کہا دو میرے پاس پانی بہت ہے مین لے آیا ہون تو پانی پی لے پھر آبخورہ مین پانی دیا۔ اوسنے پیا اور لیٹ گئی۔ مین جلدی جلدی گھر کی طرف آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو تہوڑا تہوڑا پانی پینے کو دیا۔ انہون نے خدا کا شکر کیا۔

اب مین گھر سے نکلا کہ کچھہ سواری کا بندوبست کرکے اونکو میرٹھہ لیجاؤن جب اوس مقام پر پہونچا جہان بڑھیا زینا لیٹی تہی تو معلوم ہوا کہ وہ مرچکی ہے سارے شہر مین باوجودیکہ حکام نے بھی احکام جاری کیے لیکن کہین سواری نہ ملی۔ آخرکار حکام قلعہ نے اجازت دی کہ شکرم جو سرکاری ڈاک میرٹھہ کو لیجاتی ہے مجکو دیدیجاوے۔ مین وہ شکرم لیکر گھر آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو اوس مین بٹھا کر میرٹھہ لے آیا۔

منشی الطاف حسین صاحب سررشتہ دار کمشنری میرٹھہ نے جو میرے ساتھہ بچپن سے کھیلے ہوے تھے اور اونکے خاندان اور میرے خاندان سے ارتباط قدیمی تہا میرے رہنے کو ایک مکان خالی کردیا۔ مین ہمیشہ اونکے اس احسان کو یاد رکھتا ہون۔

اس تکلیف سے میری والدہ کی طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف ہوگئی اور

E 5745
EP11

صفر کی نہایت شدت ہوگئی - جو دوا یا غذا دی جاتی تہی وہ قی ہو جاتی تہی کبہی اس مرض مین کچہہ تخفیف ہو جاتی کبہی شدت ہو جاتی - آخر کار اسی مرض مین یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۷ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۱ء کے انہون نے بمقام میرٹھہ انتقال کیا - مگر اونکی نیک نیتی کا یہہ نتیجہ تہا کہ انتقال سے چند روز پیشتر اونکی بیٹی اور نواسیان اور پوتے اور پوتیان اور بہوئین جو مختلف مقامات مین چلی گئی تہین سب اونکے پاس میرٹھہ مین جمع ہوگئی تہین - اور انہون نے سب کو صحیح وسالم اور خیر و عافیت سے دیکھکر نہایت خوشی کی تہی -

انہون نے انتقال سے ایک روز پہلے صرف دو وصیتین مجکو کین - ایک یہہ کہ اونکو بغلی قبر مین جو مسنون ہے دفن کیا جاوے - دوسری یہہ بات کہی کہ اونکے ذمہ نہ تو کوئی روزہ قضا کا ہے اور نہ کوئی نماز قضا کی ہے - صرف ان ہی دنون کی نمازین اگرچہ مین نے پڑہی ہین لیکن اگر مین زندہ رہتی تو اونکی بہی قضا پڑہتی - میرے مرنے کے بعد تم اوسقدر دنون کی نمازون کا حساب کرکر کفارہ کے گیہون غریبون کو دے دینا - جبکہ دوسرے دن اونہون نے قضا کی تو مین نے اونکی دونون وصیتون کو پورا کیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

تمت بالخیر